بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل هذه سبيلي ادعوا الى اللّٰه على بصيرة انا ومن اتبعني وسبحٰن اللّٰه وما انا من المشركين (سورہ یوسف آیت ۱۰۸)

(یعنی اے محمد! کہدو کہ یہ میری (اپنی ذاتی وشخصی) راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت کی طرف بلاتا ہوں اور وہ بھی جو میرا تابع تام ہے سبحان اللہ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

☆☆☆☆☆☆☆☆

افمن كان علىٰ بيّنة من ربه...... ولكن اكثر الناس لا يؤمنون (سورہ ہود آیت ۱۷)

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہو...... اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

كيف تهلك امة انا اولها والمهدى وسطها والمسيح اٰخرها ...... (حدیث مشکوٰۃ شریف)

وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں ہوں اور المہدی وسط (درمیان) میں ہوں گے اور عیسیٰ مسیحؑ آخر میں ہوں گے

کی روشنی میں مختصر

تعارفِ مہدویت

از

فقیر سید فضل اللہ حافظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

(اقبالؔ)

معروضہ

یہ کوئی مباحثہ نہیں ہے!

یہ کوئی مناظرہ نہیں ہے!

یہ کوئی مقابلہ نہیں ہے!

یہ کوئی خیالات کا تبادلہ نہیں ہے!

اور نہ ہی کسی پر اعتراض ہے!

لیکن اس کم علم وکم نظر حقیر فقیر نے، مسلسل باضابطہ اعتراضوں (تقریروں، پوسٹروں اور پمفلٹوں) کے بعد زیرنظر کتاب میں اپنا موقف ضرور واضح کیا ہے کہ ہم بنیادی طور پر اس دنیا میں بھی اسلام کے اعلیٰ درجہ ''احسان'' یعنی دیدار الٰہی کے قائل ہیں۔ اور طلب دیدار خدا میں طالبِ دیدار کی حیثیت سے رات دن کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

شریعت محمدیؐ پر عمل کرنا فرض سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر راستہ بن ہی نہیں سکتا! اور رات دن اللہ کے فضل وکرم کے منتظر رہتے ہیں۔ باقی تمام چیزیں اسی منشاء کی

تکمیل کے لئے ہیں۔اصل چیز تو طالب مولیٰ بننا ہی ہے اور ہر وقت طالب دیدار کا موقف اختیار کرنا ہے۔

ہم آنحضرت ﷺ کی اُمت میں پیدا ہو کر حضورؐ کی شریعت پر عمل پیرا ہو کر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے واقعہ دیدار کی بغیر تحقیق مثال نہیں لے سکتے۔اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر کلیتاً اس دنیا میں دیدار کی نفی کر سکتے ہیں۔

دیگر یہ کہ ہم قرآن کریم کے اور آنحضرت ﷺ کے حکم کے اتباع میں ہی آپؐ کی دکھائی ہوئی روشنی میں (یعنی آپؐ کے آخری سے آخری حکم کی تعمیل میں) حضرت مہدی علیہ السلام کی بیعت کی ہے' تصدیق کی ہے اور دیدار الٰہی کی تعلیم حاصل کی ہے!!

دنیا کی کوئی ہستی بھی آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی نہ مان کر کسی طرح بھی اپنا ایمان سلامت نہیں رکھ سکتی۔

لہذا ہمارے تعلق سے یہ کہنا کہ ہم حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں صراصر بہتان ہے الزام ہے اور شدید غلط فہمی ہے۔

اور ایک ضروری بات یہ کہ اکابرین اہل سنت والجماعت اور چاروں آئمہ مجتہدین کرام کو ہم واجب التعظیم واجب التعمیل مانتے ہیں۔اور حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم سے ہم چاروں ائمہؒ (امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام حنبلؒ) کو برحق مانتے ہیں اور جن میں جس کسی کا مسئلہ عالیت پر ہو عمل کرتے ہیں اس طرح چاروں آئمہ کی چار ڈوریوں کو آپس میں متحد کر کے (یا بٹ کر) اس کو تھامے ہوئے ہیں آج کل اپنی اپنی مرضی سے صرف کلمہ کی بیناد پر متحد ہونے کے نعرے بلند

ہو رہے ہیں۔تو اس سلسلہ میں ہم سب سے آگے ہیں اور تقریباً ۵۰۰ برس سے اس پر عامل ہیں۔لہذا ہم ہی سب سے زیادہ سنت والجماعت قرار پاتے ہیں

لہذا باقی دیگر ذیلی باتوں میں اختلافات پر آپس میں اختلافات کے بیج بوئے نہیں جا سکتے۔

اگر ہماری بات بفضلِ خدا آپ کی سمجھ میں آ گئی ہے تو ''چشم ما روشن دل ما شاد شاد'' اتنی صاف وضاحت کے بعد بھی آپ کو اختلاف ہے تو یہ اللہ کی مرضی!!! کیونکہ ہدایت اسی کے ہاتھ میں ہے۔چھوٹی سی چھوٹی بات پر بھی دولت ہدایت عطا فرما سکتا ہے۔

یہی ہمارا نظریہ ہے اس سے ہٹ کر ہم کو کسی بات پر توجہ دینا ہے اور نہ گفتگو کرنا ہے۔اور نہ ہی دوسروں کا وقت خراب کرنا ہے۔کیونکہ کتاب اللہ (قرآن کریم) اور محمد ﷺ کا اتباع ہی ہمارا اصلی موقف ہے۔جو کچھ ہے وہ اسی کے دائرہ میں ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

امید کہ آپ اس کتاب میں کی گئی توضیح یا وضاحت کو دیکھنے کے بعد اس حقیر و بے علم فقیر کی بات کو ملحوظ رکھیں گے شکریہ

اگر اس مختصر تعارف مہدویت میں کوئی کمی' کوئی کسر یا کوئی خامی رہ گئی ہے تو یہ فقیر بذات خود اس کا ذمہ دار ہے۔اس فقیر کی غلطی اصول یا بنیاد پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

اللہ ہر ایک کو نیک توفیق دے آمین !!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلّیاً

یہ حقیر و بے علم گندہ فقیر سید فضل اللہ حافظ ابن حضرت پیر و مرشد سید عبد الحئی حافظ میاں صاحب تشریف اللّٰہی رحمۃ اللہ علیہ عرض پرداز ہے کہ انسان کی نوشت وخواند کی زندگی میں، مزید کچھ نہ کرنے کا ارادہ کر لینے کے باوجود، ایسے مواقع آ جاتے ہیں کہ لازماً کچھ نہ کچھ عرض کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

چنانچہ گذشتہ چند مہینوں میں کچھ ایسے ہی حالات سامنے آتے رہے ہیں کہ یہ چند سطور پیش کرنے کی ضرورت (بحدِ فرض) واقع ہوگئی ہے!!!

کیونکہ پہلے تو یہ بات بڑی شدومد سے چلتے رہی بلکہ خصوصی طور پر پروپگنڈہ کیا جاتا رہا کہ آنحضرت ﷺ کے پہلے اور آخری حج کے موقع پر نازل ہونے والی آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** ....الخ کی آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ دین مکمل ہو چکا اب اس میں کمی یا زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی (مہدی) کے آنے جانے کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے مزید کچھ کہنا دین میں اضافہ یا مداخلت کے مترادف ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایسی بات تھی جو ناواقف عوام کو فوراً متاثر کر سکتی تھی اور آسانی سے سمجھ میں بھی آ جا سکتی تھی اس لئے اسی کو خصوصی ہتھیار بنا لیا گیا۔ اور مہدویت جو اصل اور عین مطابق قرآن واتباع رسول ﷺ ہے، اس کے خلاف معصوم اور بھولے بھالے عوام کو بہکایا جاتا رہا اور طرح طرح سے اُکسایا جاتا رہا۔

لیکن جب یہ بات سمجھائی گئی کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** ......الخ نزولی حیثیت سے آخری آیت نہیں ہے۔ اگر اس آیت پر ہر طرح سے دین مکمل ہو گیا سمجھ لیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اسی آیت کو آخری آیت تسلیم کرنا لازم آئے گا اور اس آیت کے بعد نازل ہونے والی آیات کو (یعنی اللہ کے کلام کو) کلام اللہ (قرآن) ہی میں شامل نہ کرنا لازم آئے گا۔ دوسرا اہم سوال یہ کھڑا ہوگا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** ......الخ کی آیت کے بعد نازل ہونے والی آیات کو دین میں داخل سمجھیں گے یا خارج ؟!!! بالفاظ دیگر اس آیت کے بعد نازل ہونے والی آیات کو خارج از دین، خارج از قرآن کریم سمجھ لینا لازم آیا (نعوذ باللہ) اس سے زیادہ بے سمجھی بلکہ بے دینی اور کیا ہو سکتی ہے!!

لہذا یہ ثابت ہوا کہ اس آیت کے ساتھ ہی جن معنی میں دین مکمل ہو گیا، سمجھا جارہا ہے اور معصوم عوام کو سمجھایا جارہا ہے، وہ خود خلاف دین اور خلافِ دین فہمی ہے۔

اس کے علاوہ جب یہ بات بھی اس حقیر فقیر نے سمجھائی کہ اس آیت ''**الیوم اکملت لکم دینکم** '' کے بعد آنحضرت ﷺ کی زندگی کا موقف بحیثیت نبی لازماً داخلِ دین ہوگا یا نہیں؟ کیا اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی مدت نبوت بھی مکمل ہوگئی۔ ظاہر ہے دنیا کا کوئی بھی مسلمان اس بات کو قطعاً قطعاً تسلیم نہ کرے گا۔ بلکہ اس بے جا تفہیم کو حضور ﷺ کی شان میں شدید سے شدید گستاخی تصور کرے گا۔ اپنی جان دے دیگا لیکن ایسی اُلٹی تفہیم کبھی قبول نہ کریگا!!!۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی آخری سے آخری سانس تک بھی نبوت قائم تھی بلکہ آپ کا ہر فعل اور ہر حکم داخل دین ہے۔ داخل شریعت ہے اور آپ کی نبوتؐ کا سلسلہ اور شریعت کی حکومت قیامت تک بحیثیت آخری نبیؐ جاری وساری ہے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** (اس پر تفصیلی بحث اس فقیر کی کتاب ''تکمیل دین'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کی ہر پیشین گوئی اور حضور اکرم ﷺ کی ہر پیشین گوئی بھی داخل دین ہے اور ایمان لانے والوں کو پختہ سے پختہ کرتی ہے اور ساتھ ہی مزید تحقیق کرنے والوں، یا ثبوت ڈھونڈنے والوں یا تلاش وجستجو کرنے والوں کے لئے نا قابلِ انکار ثبوت شمار ہوتی ہے۔ اور آخری نبیؐ ہونے کا نا قابلِ تردید پیغام ہوتی ہے۔

اگر خدانخواستہ قرآن کی یا آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی پوری نہ ہو تو یہ ایک شبہ اور بے یقینی والی بات ہو جائے گی اللہ ہر ایک کو محفوظ رکھے آمین!!

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں مقدرات کی طرح مقرر اور تمام کی تمام واقع ہونا یا پوری ہونا ہر طرح لازم ہے۔ اس بات کو صرف ایک مثال سے یوں سمجھایا جاسکتا ہے کہ ''روم'' کی شکست اور پھر روم کی فتح کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی (یا پیشین گوئی فرمائی تھی) آپ سورہ روم (سورہ نمبر ۳۰) کی آیات پڑھ لیجئے۔ معلوم ہو جائے گا اسی بناء پر اس عجیب وغریب پیشین گوئی پر مسلمانوں کو یقین تھا کہ بالآخر روم کو فارس پر فتح حاصل ہو گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے حد درجہ یقین کی بناء پر یہودیوں سے (۱۰۰) اونٹوں کی شرط تک لگالی تھی۔ اور روم کی فتح کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم سے ان اونٹوں کو صدقہ فرمادیا تھا۔ یہ ایک ذیلی بات ہے لیکن فتح روم کی پیشین گوئی از روئے قرآن ثابت ہو گئی۔ کیا یہ داخل دین شمار نہ ہو گی جبکہ اسی پیشین گوئی کے تکملہ کے بعد ہزاروں آدمی مسلمان ہوئے اور قرآن کی صداقت پر بھی ایمان لایا گیا۔ حضورؐ کے آخری نبی ہونے پر بھی پورا پورا یقین ہو گیا۔

اسی طرح فتح مکہ کی پیشین گوئی بھی ذریعہ خواب معلوم فرمادی گئی تھی کیا آنحضرت ﷺ کو خواب کے ذریعہ دی گئی پیشین گوئی داخل دین شمار نہ ہو گی جبکہ اس پیشین گوئی کے تکملہ کے زیر اثر ہزاروں آدمی (اہل مکہ) مسلمان ہوئے۔ حتیٰ کہ کثر

سے کثر مخالفین اسلام بھی ایمان لائے۔ اور قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانا۔ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپؐ کو سچا نبی تسلیم کیا۔

یہ فقیر یہاں تفصیلی گفتگو قطعاً نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ پیشین گوئیوں اور ان کے تکملہ پر سینکڑوں صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ یہاں صرف بات کو، اور وہ بھی پیشین گوئیوں کی بات کو سمجھانا چاہتا ہے کہ حضورؐ کی پیشین گوئیاں بھی عین دین ہیں جو دین فہمی اور ایقان میں کلیدی رول ادا کرتی ہیں۔ لیکن آج کے دور کی بدقسمتی سمجھئے کہ اہم سے اہم پیشین گوئی کو بھی داخل دین نہ سمجھ کر الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت کے سلسلہ میں معصوم عوام کو یہ غلط باور کرایا جارہا ہے کہ اس آیت پر دین مکمل ہو گیا۔ گویا بعثت مہدیؑ کی اہم ترین پیشین گوئی کو بھی مختلف غلط تاویلات کے تحت لاکر کہا جارہا ہے کہ اب کسی کے آنے جانے کی یعنی کسی ایسی شخصیت کے آنے کی ضرورت ہی نہیں کہ جس پر ایمان لانا ضروری ہو یا فرض ہو!!! معصوم عوام کے لئے یہ خود ایک زبردست دھوکا ہے۔ اور قرآن واحادیث کے عین خلاف ہے۔ یہ دھوکا اس وقت تک برابر اپنا کام کرتا رہے گا جب تک کہ ناواقف عوام حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں۔

یہاں آسان سے آسان اور مختصر جاننے کی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآنی اشاروں کی روشنی میں بطور تواتر حضرت مہدیؑ کی بعثت کی پیشین گوئی فرمائی ہے یا نہیں؟ اور خصوصیت سے بیعت کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ حتیٰ کہ تعین کی خاطر نام یا لقب ''مہدی'' بھی فرمادیا۔ اور اسلام کی پوری تاریخ اسی نام سے بھری پڑی ہے۔ یہ کوئی ہمارا یا آپ کا دیا ہوا لقب نہیں ہے۔ بلکہ حضور اکرم نے اپنی زبان مبارک سے یہ لقب متعین فرمایا ہے۔ اور یہی لقب قیامت تک قائم رہے گا انشاء اللہ۔ ساری احادیث میں اسی لقب کو استعمال فرمایا ہے۔ لہذا یہ لقب بذات خود داخل پیشین گوئی ہے۔

غرض جب آنحضرت ﷺ نے حضرت مہدیؑ کے تعلق سے پیشین گوئی تواتراً فرمائی ہے تو کیا اس پیشین گوئی پر ایمان لانا فرض ہوا کہ نہیں۔ پھر عوام کو یہ غلط کیوں باور کرایا جاتا ہے کہ **الیوم اکملت لکم دینکم**......الخ آیت کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسی شخصیت آنے والی ہی نہیں ہے کہ جس پر ایمان لانا فرض ہے۔!!!!**العجب ثم العجب**

اس معاملہ میں کسی بحث و تمحیص کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی!! اور نہ سوال پیدا ہوتا ہے' آپ احادیث کی کتابیں بذات خود ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ قرآن کریم سے مطابق فرماسکتے ہیں۔ زبانی شہرت دی ہوئی باتوں پر یقین کرنے سے پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرسکتے ہیں۔!!

آپ کا یہ عمل خدا اور رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ اور آپ کا یہ عمل یہ جستجو۔ اور یہ تعمیل حکمِ رسول اللہ کی فکر۔ اور اتباع رسول اللہ ﷺ کا جذبہ اور مخلصانہ کوشش سب اتباع رسول میں شامل ہوں گے۔

"اگر آپ اس معاملہ میں لاپرواہی کریں یا خلافِ قرآن کریم وخلاف حکم رسول اللہ ﷺ تحقیق میں تساہل یا اپنی ذاتی رائے یا ضد استعمال کریں یا مخالفانہ ذہنوں پر بھروسہ کرلیں گے تو اس کا سارا وبال آپ ہی کی ذات پر ہوگا۔ اور اس کی دین میں کوئی گنجائش نہ ہوگی" اس پر آگے بھی گفتگو آرہی ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ضمناً اس بات کا اشارہ دیدینا بھی ضروری ہے کہ نہ

معلوم کونسا خدا واسطہ کا بیر کارفرما ہے کہ کافی علم کے باوجود ساری سمجھ بوجھ بالائے طاق رکھ کر بعنوان فلاح وخیر خواہی جو کچھ بھی زبردستی کھینچ تان کر اعتراضات کئے جارہے ہیں اور باضابطہ شہرت دی جارہی ہے اس سے مہدوی بھائیوں کی خیر خواہی تو کیا ہوگی معترضین کی خود اپنے آپ کی خیر خواہی بھی بے معنی ہوکر رہ گئی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس موجب مواخذہ ہوگئی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ مہدوی قوم (حقیقی سنت والجماعت) نے کبھی کسی کی توہین نہیں کی اور نہ ہی کسی کے خلاف کوئی ہنگامہ رچایا۔ اور نہ ہی کوئی اعتراضات وارد کئے۔ کیونکہ عرف عام میں جن آئمہ کرام (امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکیؒ امام حنبلیؒ) یا جن بزرگانِ دین کو اکابرین سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ ہر طرح ہمارے لئے قابل احترام وقابل تقلید ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی مہدوی اُس وقت تک مہدوی (اہل سنت والجماعت) نہیں ہوسکتا جب تک کہ اہل سنت والجماعت کا نصاب یا کورس عقلاً ونقلاً پورا نہیں کرلیتا۔ اس منزل سے گذر کر ہی حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرسکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں!!!! اور یہی "مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ ﷺ" کا صحیح تقاضہ اور مطالبہ ہے۔ اور اسی میں قرآن کریم ورسول اللہ ﷺ کا عین اتباع ہے۔ (کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم سے ہی ان چاروں آئمہ میں سے جس کا بھی مسئلہ عالیت کا ہو ہم عمل کرتے ہیں۔)

لہذا اپنی جگہ آپ رہنا اور رات دن خدا کی یاد میں لگے رہنا ہمارا فرض ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے

فاذکرو اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم.........الخ

(یعنی پس ذکر کرو اللہ کا کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے)

اسی سلسلہ میں حضرت بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے!!!

اسی طرح ایک اور حدیث شریف بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد رکھتا ہے اس شخص کی سی ہے جس کے اندر زندگی پائی جاتی ہے اور اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں رکھتا ایسی ہے جیسے کہ کوئی میّت'' (بخاری ومسلم)

ایسی صورت میں دوسروں پر تنقید یا اعتراض (اور وہ بھی اعتراض برائے صرف اعتراض) کی گنجائش کس طرح نکل سکتی ہے؟ لہذا اشتہاروں اور کتابچوں کے ذریعہ دوسرے مسالک پر منصوبہ بند طریقے سے' غیر معقول وغیر معتبر اعتراضات ہمارا مسلک نہیں ہوسکتا اور نہ بعثت مہدی علیہ السلام کے بعد سے آج تک ہم نے ایسا کیا!!!

حتیٰ کہ جواباً بھی کوئی غیر اصولی طریقہ اختیار کرکے اکابرین اہل سنت پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ منفعت یا مصلحت پیش نظر نہیں ہوتی۔ خدا اور صرف خدا پیش نظر رہے یہی ہمارا واحد نظریہ یہی مسلک یا یہی مقصد ہے اور کچھ نہیں!!!

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ الزاموں' بہتانوں اور ناواجبی اعتراضوں (جن کا

تعلق حقیقت سے قطعاً نہیں ہوتا کوئی نہ کوئی مصلحت یا منفعت ضرور شامل رہتی ہے) کا جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں دیا جاتا رہا ہے۔ اور اکثر کتابیں اسی نوعیت کی ہیں۔ باضابطہ تصنیف وتالیف کا طور طریقہ شروع سے ہی نہیں رہا ہے۔

رات دن خدا کی یاد میں رہنے والوں کی صفت میں یہ بات داخل ہی نہیں ہوسکتی کہ دوسروں کی توہین کریں۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر انتہائی غیر اصولی اعتراضات کریں۔ اس کی فرصت ہی کس کو رہتی ہے۔

البتہ بزرگوں نے بطور یادداشت...... یا پھر جن کے بچے چھوٹے رہے ہوں یا متعلقین کے لئے وقتِ ضرورت مختصراً معلومات بہم پہونچانے کی نیت سے کچھ روایات ونقلیات درج کردی ہیں۔ یہی سب کچھ قلمی سرمایہ ہے (اب قریبی زمانہ میں اگر کسی نے کچھ لکھا ہے تو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے) اس کی ایک اور اصل وجہ یہ بھی تھی کہ

قرآن کریم اور اتباع رسول اللہ ﷺ ہی جب ہمارا مسلک ومذہب ہے تو پھر تصنیف وتالیف کی بظاہر کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی صرف عمل کرنا رہتا ہے۔ اور مہدویہ قوم صرف اسی عمل کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ کیونکہ عمل کے بغیر خدا کو نہیں پا سکتے۔ لہذا خدا کو پانے کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی رہنمائی میں صرف عمل...... عمل...... عمل ہی ہمارا طریقہ تھا اور اسی عمل کی تعلیم وتربیت کے لئے مسلسل ہجرت میں رہتے تھے۔ پورے ہندوستان' پاکستان' افغانستان میں تبلیغ دین وعمل ہجرت سے ہی ہوتی رہی تھی۔ اس فقیر کی اس گفتگو کی تائید فرمان رسول اللہ ﷺ سے بھی ہوجاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **یقفوا اثری ولا یخطی** یعنی مہدیؑ

میرے نقشِ قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے بھی یہ بات ظاہر ہے کہ نقشِ قدم پر چلنا عمل ہی ہے اور یہی عین اتباع محمد رسول اللہ ﷺ ہے نہ کہ مخالفت میں کتابیں لکھنا' اعتراضات کرنا' پمفلٹ شائع کرنا وغیرہ۔ اسی لئے ہماری قومی تاریخ میں یہ طریقہ ہی نہیں رہا۔ مختصر بات یہ کہ اگر کسی نے کم از کم اپنی سانس کی بھی حفاظت کرلی اور اپنے کو دین میں قید رکھا تو اعتراضات عائد کرنے سے بچنے کی خود بخود راہ ہموار ہوتے چلی جاتی ہے۔ راستہ بن جاتا ہے۔ قربِ خداوندی ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم تو قرآن سے اور رسول کریمؐ سے تفصیلاً موجود ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے عملی صورت کو تازہ فرمایا پھر اپنی اصلی حالت میں لالیا۔

خدا کو دیکھنے یعنی دیدار کا سبق تازہ فرمادیا اور دعوت بصیرت کے لئے انا ومن اتبعنی (سورہ یوسف) کا ہر ہر لمحہ عملی ثبوت فراہم فرمایا۔ یہی مذہب ما کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہؐ کی حقیقی صورت ہے یا نہیں۔ انصاف سے غور کریں۔ (اس آیت پر آگے مستقلاً بحث آرہی ہے۔)

مخفی مباد کہ یہاں اس فقیر نے صرف ایک ہی عمل ''ذکر اللہ'' کی وضاحت کی ہے اسی پر سے دوسری تمام تعلیمات پر غور کیا جاسکتا ہے۔ جو ہر حال' ہر صورت خداطلبی وخدا رسیدی کی ہی عملی رہنمائی ہے۔ اس فقیر نے صرف ایک تعلیم کی وضاحت اس لئے بھی کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے قلب کھل جاتا ہے اور دیگر تمام فرائض بخوبی و بہ لذّت انجام

پاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم خدا کے محبوب ہوجاتے ہیں۔ **سبحان اللہ والحمد للہ**

غرض مختصر بات یہ کہ قوم مہدویہ کا اصل سرمایہ تعلیمات حضرت محمد ﷺ اور تابع تام حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کی روشنی میں اللہ اللہ کی یاد اور عمل ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے کوئی نیا مذہب پیش نہیں فرمایا۔ ویسے بھی آنحضرت ﷺ کے فرمان سے اگر کسی مومن کے عمل میں ذکر اور نوافل کی کثرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ' اس کی زبان اور اس کے کان ہوجاتا...... گویا وہ اللہ کی مرضی سے ہی گفتار و رفتار قائم رکھتا ہے۔ دیکھتا ہے تو بھی حق کی روشنی میں' سنتا ہے بھی تو حق کی روشنی میں اور کہتا ہے بھی تو حق کی روشنی میں......اور یہ منزل بھی قطعاً انتہا نہیں ہے۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات' ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

(اقبال)

یہ مقصد اور یہ خیال ہر منزل پر اور ہمیشہ پیش نظر رہنا لازم ہے۔ طلب میں ٹھہراؤ یا کمی کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ اللہ ہر ایک کو نیک توفیق دے آمین!!

ذیلی طور پر برسرِ موقع' معترضین کی تشفی کے لئے یہ چند سطور پیش کی جارہی ہیں لہٰذا یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ فقیر زبانی جمع خرچ نہیں کررہا ہے بلکہ مہدویوں کے پیش نظر کیا رہتا ہے اس کو واضح کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کررہا ہے۔

چنانچہ آج بھی آپ کسی بھی جگہ مشاہدہ فرماسکتے ہیں کہ کسی بھی مہدوی بھائی کے انتقال کے آثار دیکھ کر' مرشد محترم اور گھر کے بڑے بزرگ سب اہتمام اور توجہ کے ساتھ رخصت ہونے والے کی توجہ ذکرِ خدا پر مرکوز رکھتے ہیں۔ آپس میں کسی بھی قسم کی غیر متعلقہ یا دنیا کی بات قطعاً نہیں کرتے' تاکہ رخصت ہونے والے کا خیال ذکر خدا پر

قائم رہے منتشر نہ ہو جائے۔ ویسے آپ خود بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے **لا الہ الا اللہ** کو افضل الذکر فرمایا ہے۔ اسی لئے اس کو دو حصوں میں خصوصی تعلیم اور خصوصی طریقہ سے پوری سانس پر حاوی کیا جاتا ہے۔ یعنی آنے والی اور واپس جانے والی سانس پر یہ ذکر اس طرح حاوی رہے کہ " **لا الٰہ الا اللّٰہ** " کا سایہ پوری سانس کا احاطہ کرلے۔ ذرا غور فرمایئے کہ زندگی بھر کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ذکر میں مشغول رہنے کے باوجود نزع کے آخری اوقات میں ذکر قائم رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔

اور آخری سانس کو بھی لا الہ الا اللہ کے ذکر سے رخصت کیا جاتا ہے۔ ذکر سے غفلت طاری ہونے نہیں دی جاتی کیونکہ خدا سے غفلت حرام ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم سے بفضل خدا، رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا اس سے زیادہ اور کون دعوی دار ہوسکتا ہے۔ کیا یہ مذہب ما کتاب اللہ اتباع محمد رسول اللہ کا نمونہ نہیں ہے۔

آج کل تو " کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہاسپتال جا کر" والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹروں اور نرسوں کے ہاتھوں رخصت ہوتے ہیں نہ ذکر نہ فکر۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی دواخانہ سے چھٹکارا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے فضل سے مہدوی بھائی رخصت ہونے والے کو اپنے گھر سے اور سب عزیز و اقارب جمع ہوکر مرشد محترم کی موجودگی میں بولا چالا معاف کروا کر ذکر خدا کے ساتھ رخصت کرتے ہیں۔

الحمد للہ بولا چالا بھی خصوصیت سے اس لئے معاف کروایا

جاتا ہے کہ "یوم الحساب" (قیامت) میں آسانی ہو۔ کیونکہ لوگوں کا حساب کتاب باقی رکھ کر جنت میں نہیں جاسکتے!! حقوق العباد سے تعلق رکھنے والی باتوں کی یہیں اسی دنیا میں صفائی کرلی جاتی ہے۔ تاکہ قیامت میں کوئی پکڑ نہ ہو۔ اللہ کے حقوق تو اللہ تعالیٰ خود اپنے رحم و کرم سے معاف فرمادیں گے انشاء اللہ۔

بولا چالا معاف کروانے کا ایک اور نازک پہلو یہ ہے کہ اللہ کے دیدار کے لئے عمل و قلب کی صفائی اور اخلاص لازم ہے اس کے بغیر اللہ کا دیدار نہیں ہوسکتا!! ظاہر ہے کہ بندوں کے حقوق باقی رکھ کر، بندوں کے گناہ سر پر رکھ کر اور بندوں کی طرف سے ہی دل میں میل رکھ کر خدا کا دیدار کس طرح ہوسکتا ہے۔

لہذا خصوصی حیثیت سے بولا چالا معاف کروانے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ دیدار الٰہی میں کوئی چیز مانع نہ رہے۔ صرف اللہ کا فضل شامل رہے!!

کیا اس سے زیادہ دنیا کا کوئی اور فرقہ اتباع رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ کرسکتا ہے؟!!! اللہ انصاف کی کہئے!!! اب اس کا ایک اور اہم پہلو بھی ملاحظہ فرمائیے اس سے آپ کو مہدویوں کے موقف کو سمجھنے میں مدد ملے گی انشاء اللہ۔

آپ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ " مرنے سے پہلے مرجاؤ" (موتوا قبل ان تموتوا) اور اسی دنیا میں آخرت کی زندگی کا نمونہ بن جانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے ایک علیحدہ طریقہ سے یہ فقیر کچھ آسان سماعی مثالیں پیش کرنا چاہتا ہے کہ بعد الموت زندگی کا کس طرح

خیال رکھا جاتا ہے اور آخرت کا نمونہ بننے کی کس طرح کوشش کی جاتی ہے۔

ایسی صورت میں آپ ذرا غور فرمائیے کہ آخرت (یا جنّت) میں ہوتا کیا ہے؟ کیا آپ جنت میں کوئی بزنس یا تجارت کرتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں ہرگز نہیں!! یا آپ جنت میں زراعت باڑی کر کے غذا حاصل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں!! کیا جنت میں آپ کوئی کارخانہ لگاتے ہیں کہ اپنی ضروریات کی چیزیں بنائیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا آپ جنت میں کوئی دنیاوی طریقہ سے اپنی کفالت کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا آپ جنت میں شہد کی مکھیاں پال کر شہد حاصل کرتے ہیں ہرگز نہیں۔ کیا آپ بھینس، بکری پال کر دودھ حاصل کرتے ہیں ہرگز نہیں؟ وہاں تو دودھ، شہد کی نہریں بہتی ملیں گی۔ غرض اللہ تعالیٰ جنت میں جو بھی نعمت عطا فرمائیں گے وہی آپ کی غذا ہے۔ اور آج اس گئے گذرے اور انتہائی انحطاط کے زمانے میں بھی شدید آزمائش کے باوجود اس دنیا کی زندگی میں مہدوی مرشدین و مہدوی فقراء یہی صورت اختیار کرتے ہیں۔

بغیر لوجه الله یا لِلّٰہ یا "اللہ نے دیا ہے" کے کوئی چیز قبول ہی نہیں کرتے۔

لہذا استعمال کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا!! خواہ فاقوں پر فاقے کیوں نہ پڑ جائیں۔ اللہ کے نام کے بغیر کوئی چیز قبول ہی نہیں کرتے!! اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اللہ تعالیٰ کا

خیال قائم رہنے کے لئے ہی یہ عمل کیا جاتا ہے۔ مرشدین مہدویہ یا فقرائے مہدویہ کے علاوہ ہر مہدوی یہی عمل اختیار کرتا ہے اللہ کے نام کے بغیر کچھ لیتا نہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء و لا شکوراً (سورہ الدھر)

(یعنی ہم تم کو جو کچھ کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کی خوشنودی چاہنے کو۔ نہ تم سے ہم کچھ بدلہ چاہیں اور نہ شکر گذاری (کے دو بول)

لہذا لینے دینے یا کھانے کھلانے کی جزاء کی تمنا یا خواہش تو رہی ایک طرف، بدلہ میں شکریہ کے دو بول کی خواہش بھی نہیں رکھتے!! (کہ کہیں شکریہ کے دو بول ہی جزاء نہ ہو جائیں اور للّٰہیت ختم ہو جائے۔

کیا یہ عمل آخرت کے عمل کے جیسا نہیں ہے؟ بغیر رضا یا بغیر اجازت یا بغیر اللہ کے نام کے ہر چیز ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس بات کو آپ ایک آسان اور مرکزی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ انسانوں کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ہر چیز کے استعمال کی اجازت تھی لیکن صرف ایک درخت (تفاسیر میں گندم یعنی گیہوں بتایا جاتا ہے) کے استعمال سے منع فرمایا گیا تھا۔ حضرت آدمؑ نے اس کو چکھا (یا کھایا) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے اخراج عمل میں آیا اور اس دنیا میں بھیج دیئے گئے۔ گویا خدا سے دوری ہوگئی حجاب آ گیا۔ اب ابن آدم علیہ السلام اس غلطی کو فراموش کر بیٹھا ہے!! ہر جائز، ناجائز، بلا اجازت یا اللہ کے نام کے بغیر رات دن اپنا پیٹ بھر رہا ہے۔ تو اب اس حکم عدولی یا نافرمانی کرنے یا ناجائز مال کھانے یا اللہ کے نام کے بغیر کھانے کی سزا میں کہاں پھینکا جائے گا آپ خود سمجھ لیں۔ حضرت آدمؑ کی صرف ایک مرتبہ بلا اجازت کھانے کی غلطی سے جنت ہاتھ سے گئی یہاں آ گئے اللہ سے دوری ہوگئی۔ اب عمر تمام

اسی غلطی کو دہرانے کا کیا نتیجہ سامنے آسکتا ہے غور کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے مہدوی مرشدین وفقراء اور عوام اللہ کے نام کے سوا کچھ نہیں لیتے فاقہ کرتے ہیں لیکن ناجائز اور حرام مال سے بچتے ہیں۔ اور ہر معمولی سے معمولی شبہ والی چیز سے بھی دور رہتے ہیں۔ صرف اللہ نے دیا ہے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور اپنی بنیادی غلطی کو دہرانے سے بچتے ہیں' اللہ ہی قبول فرمانے والا ہے۔ غرض مہدوی مرشدین وفقراء وغیرہ اللہ نے کچھ عطا کیا تو لے لئے ورنہ نہیں!!! کھلانے پلانے سے ہٹ کر بھی آج کی دنیا میں ہم لوگ کونسی خدمت یا کونسی عبادت حصولِ زر کے لئے کر رہے ہیں؟!!!

خدا کے لئے ایک منٹ بھر غور تو فرمائیے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے یا بعد کے زمانہ کی مثال کون کب لاسکتا ہے اس کو تو ایک طرف رہنے دیجئے!! آج بھی مہدویہ مرشدین یا اماموں کی تنخواہ ہے اور نہ کوئی معاوضہ۔ حتیٰ کہ مؤذن حضرات کی بھی کوئی تنخواہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح مسجد کی صاف صفائی کرنے والوں' اور دیگر خدمت گذاروں کی قطعاً کوئی تنخواہ نہیں۔ سب للہ لوجہ اللہ اپنا فرض سمجھ کر خدمت انجام دیتے ہیں۔ کیا یہ غور طلب بات نہیں ہے

اور کیا یہ عمل عین قرآن کریم کے مطابق اور اتباع رسول اللہ ﷺ کا نمونہ نہیں ہے؟!! کیا اس درجہ اتباع کا کوئی اور دعویدار ہوسکتا ہے؟

یہاں ایک اور بات بھی ضمنی طور پر نظر میں لا دینا ضروری ہے کہ عام طور پر دعوتوں یا کھانے پینے کے موقع پر" بسم اللہ "شروع کیجئے کہدیا جائے تو بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ یقیناً کھانا شروع کرنے والا "بسم اللہ" کہہ کر ہی شروع

کرتا ہے۔ اگر آپ توجہ نہ دلائیں یا بسم اللہ نہ بھی کہیں تو کھانے والا شخص تو "بسم اللہ" کہہ کر ہی شروع کرے گا۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جو چیز "لوجہ اللہ" یا "اللہ کے نام پر" یا "للہ" سامنے آئی ہی نہ ہو اس کو "بسم اللہ" کہہ کر شروع کر دینا کیا معنی رکھتا ہے!!

یہاں یہ بھی نکتہ ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی چیز حلال نہ ہو یا صرف مشتبہ بھی ہو تو دینے والا اللہ کے نام پر دینے کی جراءت یا ہمت کس طرح کر سکتا ہے؟ کوئی سچا مسلمان ناجائز' مشتبہ یا حرام چیز اللہ کے نام پر نہیں دے سکتا۔ اس لحاظ سے اللہ کے نام پر آئی ہوئی چیز حلال طیب کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی۔ لہذا یہ غذا آپ کے ایمان وتقویٰ کی تقویت وتحفظ کا باعث ہوتی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے تقویٰ شعار یا متقی لوگوں کو کھلانے پر خصوصی توجہ دلائی ہے تا کہ متقی حضرات کے تقوی کو اور زیادہ تقویت حاصل ہو۔

اور اللہ کے نام پر یعنی لِلّٰہ یا لوجہ اللہ کہہ دیا جائے تو کھلانے والا فخر کر سکتا ہے اور نہ کھانے والا شرمندہ نہ احسان مند!!! اللہ کے لئے کھلایا تو بھی بے لوث۔ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً اور کھانے والا بھی بے لوث۔ کیونکہ اللہ کی خوشنودی کے نام پر جب کھلایا جارہا ہو تو اللہ کی خوشنودی کے لئے کھایا بھی جارہا ہے اس لئے ایسے طعام کو حلال طیب میں شمار کیا گیا ہے!!!

غرض اس ضمنی گفتگو کے بعد اپنی اصلی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے یہ حقیر فقیر

عرض کرتا ہے کہ آپ بذات خود مشاہدہ فرما سکتے ہیں کہ مہدویہ کے پاس، مرشدوں یا اماموں یا موذنوں کی کوئی تنخواہ مقرر قطعاً نہیں ہوتی ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔اور بس۔آپ قرآن کریم میں سورۂ یٰسین کی اس آیت پر بھی تھوڑی توجہ دیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتّبعوا من لاّ یَسئَلُکُم اَجرًا وَّھُم مُھتَدُوْن

ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو (اپنی خدمت کا اجر (بدلہ) نہیں چاہتے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں !!!)

ابھی ابھی چند سطور پہلے جیسا کہ اس حقیر فقیر نے بیان کیا ہے کہ آج اس گئے گذرے انتہائی آزمائشی بلکہ زہر آلود زمانے میں بھی مہدوی مرشدین محترم ہوں کہ فقراء کرام کسی بھی دینی خدمت کا معاوضہ یا تنخواہ ہرگز ہرگز نہیں لیتے۔سوائے اللہ کے نام کی نسبت کے یعنی سوائے لوجہ اللہ یا اللہ کی نسبت کے کسی چیز سے بھی واسطہ نہیں رکھتے، لہذا اِللہ غور فرمایئے کہ قرآن کریم میں سورہ یٰسین کی آیت

وھم مھتدون (اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) مہدوی مرشدین وفقراء پر پوری پوری صادق آتی ہے یا نہیں؟

مہدوی مرشدین وفقراء کے طرز عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اتّبعوا من لاّ یَسئَلُکُم اَجرًا وَّھُم مُھتَدُوْن (ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو (اپنی خدمت کا اجر (بدلہ) نہیں چاہتے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں !!!) پر لفظ ''مہدی'' اور ''مہدوی'' کے معنی کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور

فرمایئے۔یقیناً آپ کے قلوب اطمینان سے لبریز ہو جائیں گے اور دماغوں میں روشنی بھی آجائے گی اور تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ

اب للہ غور فرمایئے کہ اس عمل میں بھی اتباع محمد ﷺ میں جنتیوں کی صفات جھلکتی ہیں یا نہیں !!اور یہ فرمان رسول اللہ ﷺ ''مرنے سے پہلے مرجاؤ'' کا ہلکا سا نمونہ ہے کہ نہیں؟!!عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

اسی طرح اگر آپ اہل جنّت میں سے ہوں۔تو کیا اِدھر اُدھر کی باتیں یا فضول بکواس کریں گے!!ہرگز نہیں۔

لہذا ہر طرح خدا اور رسولؐ سے محبت کرنے اور رسول اکرم ﷺ کے اتباع میں آخری سے آخری احکام کی پابندی کرنے والوں (یعنی بحکم خدا و رسولؐ، مہدی علیہ السلام کی تصدیق کر لینے والوں) کی مخالفت کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

کیا جنت میں بھی انتہائی احکام رسول ﷺ کی پابندی کرنے والوں کے خلاف گفتگو کرتے رہیں گے ہرگز نہیں۔جنت میں تو اللہ کے ذکر اور تسبیح کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔اسی طرح مہدوی مرشدین وفقراء (اور قوم بھی) رات دن (کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے) اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ جائے۔اور اللہ تعالیٰ سے غفلت کو حرام سمجھتے ہوئے صرف ذکر وفکر اور اللہ کے کلام اور حدیث کے ذکر کے سوا کوئی مصروفیت رکھنا نہیں چاہتے۔!!!کیا یہ اتباع محمد ﷺ میں اہل جنت و اہل آخرۃ کی زندگی کا ہلکا سا نمونہ نہیں ہے۔

اسی طرح جنت کی زندگی میں کیا کوئی شخص جنت کے باہر کا حال کیا ہے دیکھنے

کے لئے جاتا ہے۔ کیا جنت کے حدود کے باہر لمحہ بھر کے لئے ہی سہی 'قدم رکھنا چاہتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مہدوی فقراء مسجد کو اللہ کا گھر اور غرفة جنت (جنت کا کمرہ) جانتے ہیں اور اسی میں قدم قید اور دم قید (ذکر کے ساتھ) رہتے ہیں اور صرف اسی طرح کا طریقہ اختیار کرنے والوں کی کیفیت لیتے ہیں۔ ان صفات و کیفیات کی ترقی میں مدد دیتے ہیں' معاون بنے رہتے ہیں۔ اور ''کونوا مع الصادقین'' (صحبت صادقان) پر عمل کرتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیه من یشآء

اس موقع پر آپ اس بات کو ایک چھوٹی اور بالکل دنیاوی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

فرض کیجئے آپ ہمالیہ کی چوٹی پر پہونچنے والوں کی جماعت میں شامل ہیں کیا اس جماعت کا ہر فرد ہر طرح متحد اور ایک جسم کی کیفیت نہیں رکھتا؟ کیا دکھ میں درد میں اور راستہ طئے کرنے 'بلندی پر پہنچنے میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتا؟ کیا ہر فرد ایک دوسرے کا خلوص کے ساتھ تعاون' مددگار نہیں ہوتا؟ آپس میں وفادار و جانباز نہیں ہوتا؟ آپ تسلیم کریں گے کہ ہمالیہ کی چوٹی پر پہنچنے والوں میں یہ تمام صفات لازماً ہوتی ہیں۔

غور کیجئے کہ جب ہمالیہ کی چوٹی پر پہونچنے والوں کا یہ اتحاد و اتفاق ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والوں اور اللہ کے دیدار کے طالبان میں کس قدر اتفاق' اتحاد اور معاونت کی ضرورت ہوگی۔ اور سب کو ایک جسد واحد کی طرح رہنا کس قدر ضروری بلکہ

کس درجہ فرض ہوگا۔ صحبت صادقین سے بھی یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور منزل رسائی میں آسانی ہوتی ہے۔ لہذا طالبانِ خدا ایک جسد واحد کی طرح محبت' مروّت اور خلوص و ایثار کا نمونہ ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ و الحمد لله

اب ناظرین انصاف سے غور فرمائیں کہ ''مرنے سے پہلے مرجاؤ'' کی کیفیت کا کچھ کچھ اندازہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر دیانت داری سے کام لیا جائے اور مہدویہ موقف کو سمجھنے کا صحیح جذبہ ہو تو یہ معمولی چند مثالیں بھی بہت کافی ہوسکتی ہیں۔

اس سے ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' کو باآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ تحقیق کے لئے معاون طرز فکر یا مثبت طرز فکر کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ معاندانہ' مخاصمانہ یا شدید مخالفانہ طرز فکر کی!!! کیا مہدویہ کا یہ عمل عین قرآن کے مطابق اور اتباع محمد رسول اللہ نہیں ہے۔ اور یہ عمل عین عالیت شمار نہیں ہوتا!!! (اس کے باوجود معصوم عوام کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے)

ہاں یہ ہوسکتا ہے اور ہے بھی کہ آج یہ معیار اور یہ طریقہ' زندگی باقی نہ رہا ہو۔ مذہبی نکتہ نظر سے یہ تو عالمی انحطاط ہے۔ آج کے ماحول میں ہر کوئی انحطاط کی دبیز تہوں تلے دبا ہوا ہے۔ یہ ہمارا اپنا قصور عمل ہے۔ قطعاً قصورِ اصول نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

اتنی صاف وضاحت اور اظہارِ حق کے باوجود ہر طرح کیوں بدنام کرتے اور

اعتراضات کیوں ہوتے ہیں۔ اب بھی دنیا ایسے اصحاب سے خالی نہیں ہے۔ سہل سے سہل قریب سے قریب راستہ سامنے ہے۔ ہمت اور عمل کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کو آج کچھ خامیاں، خرابیاں نظر آتی ہیں تو منہ موڑ کر، حقیقی مبعوث من اللہ، خلیفۃ اللہ حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کو چھوڑ کر، دین کی اصلی راہ چھوڑ کر فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ کونسا صحیح اقدام ہے؟ آگے بڑھئے ہمت سے کام لیجئے۔ خود سنبھلئے اور دوسروں کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے۔ تحقیق کیجئے اللہ مدد فرمائے گا۔ آپ کو اپنا اصلی موقف ضرور سمجھ میں آجائے گا انشاء اللہ۔ کیونکہ ہم کتاب اللہ (قرآن کریم) اور محمد ﷺ کے اتباع کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

لہذا خرابیوں سے ڈر کر یا دین سے منہ موڑ کر بھاگنے یا اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے ڈٹ کر مقابلہ کیجئے اپنے موقف کی پرامن طریقہ سے وضاحت کیجئے۔ اللہ آپ کی مدد فرمائے گا۔ انشاء اللہ

غرض کسی بھی مسلک کو سمجھنے کے لئے پہلے "اصل اصول" یا اصل بنیاد پر نظر رکھنی ضروری ہے بلکہ لازمی ہے!!

اصلِ اصول یا اصل بنیاد کیا ہے؟ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے مختصر اور آسان الفاظ میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ

مذہب ما کتاب اللّٰہ و اتباع محمد رسول اللّٰہ

(یعنی ہمارا مذہب اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے۔) اردو کا معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اس دعوے کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کسی جستجو یا علمی کاوش کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔

لہذا اگر کوئی بات اس فرمان پر پوری اترتی ہے یا فرمان کے مطابق ہے تو ہماری ہے۔ ورنہ صراصر بہتان ہے الزام اور جھوٹ ہے۔ یا پھر غلط فہمی ہے اس کے علاوہ تحقیق میں لاپرواہی بھی ہوسکتی ہے!!

جس کی کوئی اہمیت یا وقعت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ دربار خداوندی میں موجب سزا یا موجب مواخذہ ہوسکتی ہے۔ اللھم احفظنا

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔

انی عبد اللّٰہ تابع محمد رسول اللّٰہ ﷺ

(یعنی بے شک میں اللہ کا بندہ تابع محمد رسول اللہ ﷺ ہوں)

ذرا بتائیے کہ دنیا کا کونسا مسلمان (خواہ وہ کسی بھی مسلک کا ہو) اس اصول سے انکار کرسکتا ہے یا اصلِ اصول پر اعتراض کرسکتا ہے؟

اب للہ یہ بھی غور فرمائیے کہ "اصل اصول"، یعنی فرمانِ حضرت مہدی علیہ السلام "مذہب ما کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ ﷺ" میں کتاب اللہ یعنی اللہ کی کتاب (قرآن کریم) تو بہر حال آپ کے ہاتھوں میں ہے لیکن اس کا دوسرا حصہ" اتباع محمد رسول اللہ ﷺ" کیا ہے؟ اس پر کبھی آپ نے توجہ دی ہے یا نہیں؟

"اتباع محمد رسول اللہ ﷺ" قرآن کریم کی عملی تفسیر کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ بحکم خدا فرمایا۔ لہذا یہ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ بھی عملی تفسیر قرآن ہوگئی۔ ماشاء اللہ اور قرآن بھی اس کا گواہ ہے۔

اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے ہر طرح عمل کو ہی ترجیح دی۔ اور یہاں

تک فرمادیا کہ "تصدیق بندہ عمل است"!!!! ایسی صورت میں غور فرمائیے کہ
ازروئے قرآن کریم " **انا ومن اتبعنی** " (سورہ یوسف) اور
ازروئے فرمان رسول اکرم ﷺ " **یقفوا اثری ولا یخطی** "
کا حضرت مہدی علیہ السلام کے سوا اور کون دعویدار ہوسکتا ہے اور
کون اس خدائی ترازو میں تُلنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرسکتا
ہے؟!!! یہ خود " بینہ " ہونے مبعوث من اللہ ہونے اور خلیفۃ اللہ
ہونے کا ثبوت ہے!!!!

لیکن موجودہ دور میں بعض حضرات خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کی بجائے
بعض نواجوانوں کے زیراثر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خصوصی طور پر
مہدوی بھائیوں کو (جو حقیقی سنت والجماعت ہیں) سنی بن جانے کا مشورہ
دے رہے ہیں اور اس مشورہ کو خود ان کی اپنی اور ہماری خیرخواہی شمار
کررہے ہیں۔ اس تلخ حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس حقیر و بے بضاعت فقیر یہ
عرض کرتا ہے کہ ذرا مہربانی فرماکر "سُنی" حضرات کی تعریف فرمادیجئے کہ یہ سُنّی
حضرات کون ہیں......؟!! جواباً صرف یہی کہیں گے کہ اہل سنت والجماعت کو ہی سُنّی
کہتے ہیں۔ لاریب ہم بھی اسی تعریف کے قائل ہیں اور اسی کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے
آپ کو سُنّی سُنّی کہنے والے اصحاب ...... کیا حقیقتاً سنت والجماعت کی
نشاندہی فرماسکتے ہیں؟ جبکہ حنفی حضرات بھی سُنّی...... شافعی حضرات بھی
سُنّی...... حنبلی حضرات بھی سُنّی ...... مالکی حضرات بھی سُنّی ...... اہل حدیث
حضرات بھی سُنّی...... کیا ان تمام مختلف مسالک سے وابستہ حضرات سب

کے سب "سُنّی" ہی کے عنوان کے تحت شمار ہوں گے۔ اور کیا بلا تخصیص
ایک ہی نام اور ایک ہی زمرہ میں شمار کیا جانا صحیح رفتار ہے؟!!!! اگر کوئی شخص
اسلام سے متاثر ہوکر مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ تو حنفی جماعت میں شامل
ہوگا' یا شافعی جماعت میں یا حنبلی جماعت میں یا مالکی جماعت میں یا اہل
حدیث جماعت میں...... آخر کس جماعت میں یا کس مسلک میں شامل ہوکر مسلمان
(سُنّی) کہلائے گا۔ اس کی کس طرح تشفی کی جائے گی۔ یا کس طرح مطمئن کیا جائے
گا؟!!! یہ کوئی چلتا پھرتا سوال نہیں ہے بلکہ دیانت داری اور ایمان داری سے مسلمان
ہونے والے شخص کو پانچوں میں سے کس مسلک کا پابند بنایا جائے گا۔ یا کس مسلک
کے حوالے کیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پانچوں جماعتوں میں سے
جس کے بھی پلّے پڑ جائے وہ اسی کی تلقین کرے گا!! جبکہ ان میں شدید سے شدید
اختلافات ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی آپس میں دیئے جاچکے ہیں۔

غرض بے اُصول طریقہ سے "سُنّی" ہوجانے کی دعوت
دینے کی بجائے دینی اعتبار سے ایک اصول یا قاعدہ مقرر کرکے اسی
کے پیش نظر' آج اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ کس لئے؟

مہدوی بھائیوں کو (قطعی اور اصلی سُنّی ہونے کے باوجود) سُنّی
ہوجانے کی دعوت دی جارہی ہے۔ اور جو مہدوی بھائی اس مغالطہ
میں آچکے ہیں یا جو اس مغالطہ میں آنے والے ہیں وہ اب حنفی
حضرات میں شامل ہورہے ہیں یا حنبلی حضرات میں' شافعی حضرات
میں شامل ہورہے ہیں یا مالکی حضرات میں!! آخر آپ کس زمرے

کے سُنّیوں میں شامل ہورہے ہیں اس پر توجہ بھی دی ہے یا نہیں؟

یہ فقیر مدرسہ میں دینیات پڑھتا تھا اور آپ میں سے اکثر اصحاب نے بھی دینیات ہی پڑھی ہوگی جبکہ دیگر فرقہ کے حضرات اخلاقیات پڑھتے تھے (دینیات کی بجائے اخلاقیات پڑھنے والوں کو دینیات پڑھنے کی ترغیب کیوں نہیں دی جاتی؟ کیا خیرخواہی کا جذبہ آرام فرمارہا ہے) مختصر یہ کہ آپ نے چونکہ مدرسوں میں دینیات پڑھی تھی اس لئے مہدویت سے ایک قدم پیچھے ہٹ جانے میں کوئی دشواری یا اجنبیت محسوس نہیں ہورہی ہے۔ بلکہ تھوڑی بہت تبدیلی تک محسوس کرنا دشوار ہے۔

آپ کم ازکم صرف اتنا تو غور کیجئے کہ جب تک آپ مہدوی بھائیوں میں شامل تھے اور جو بھی عبادات کررہے تھے۔ اب بھی وہی کچھ کررہے ہیں یا کچھ اور زیادہ حاصل ہوگیا ہے۔ آپ سے کیا چھوٹ گیا تھا جواب آپ نے پالیا۔ یا بالفاظ دیگر آپ میں کیا کمی رہ گئی تھی جواب پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔

اپنی حالت اور اپنے موقف کا ذرا ٹھنڈے دل سے اور سکون سے جائزہ لینے کی ایک بار کوشش تو فرمایئے آپ پر سب کچھ عیاں ہوجائے گا انشاءاللہ

آپ پر یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ کسی شخص (عورت ہو یا مرد) کو پہلے عقائد اہل سنت کی تکمیل کروائی جاتی ہے اس کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف کرواتے ہیں۔ ایسی صورت میں اب پھر سُنّی بن جانے کی دعوت کیا معنی رکھتی ہے۔

جہاں تک یہ فقیر سمجھتا ہے آپ اپنے حقیقی موقف سے ناواقف ہونے کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے کہ آپ اپنے موقف کو سامنے والوں پر پوری طرح واضح کرنے کے موقف میں نہیں ہیں۔ اس لئے اپنی سادگی اپنی تن آسانی سے آسان اور امن کا راستہ سمجھ کر اپنی اصلی شاہراہ (صراط مستقیم) صراط الذین انعمت علیھم "ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا" یعنی خدا کو دیکھنے دکھانے اور خدارسیدگی وایمان کی شاہراہ سے ہٹ رہے ہیں یہ فقیر یوں ہی یہ سب نہیں عرض کررہا ہے۔

مکرّر غور فرمایئے کہ اب تک تو آپ اس دنیا میں بھی دیدار خدا کے یقیناً قائل تھے یعنی "احسان" کی اصلی شاہراہ پر تھے۔ اب آپ موجودہ موقف میں اس دنیا میں خدا کے دیدار کے قائل ہی باقی نہیں رہے!! (اگر دل نہ مانتا ہو تو دریافت کرلیجئے آپ کو خود پتہ چل جائے گا)

اگر آپ کا یہ عقیدہ ہو اور آپ کو یقین ہو کہ "احسان" یعنی اس دنیا میں بھی خدا کا دیدار ہوسکتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان پر یقین ہو یا کم ازکم یہ خیال قائم رہے تو عبادات میں لذت اور لگن باقی رہے گی۔ اور آنحضرت ﷺ کا تیقن "الصلوٰۃ معراج المومنین" بھی سامنے آجائے گا۔ اللہ آپ کو کامیاب کردے گا انشاءاللہ

اگر آپ کو آنحضرت ﷺ کے فرمان الصلوٰۃ معراج المومنین' پر یقین ہی نہ ہو تو عبادات میں لذت ولگن کس طرح پیدا ہوسکتی ہے؟ غور فرمایئے کہ جو امام محترم "الصلوٰۃ معراج المومنین" پر یقین ہی نہ رکھتے ہوں اور اس دنیا میں دیدار کے قائل ہی نہ ہوں ان کی امامت میں الصلوٰۃ معراج المومنین کی بشارت کس

طرح پوری ہوسکتی ہے۔ یہ فقیر اس موقع پر اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ دیدار خدا اس دنیا میں ہونے کی بحث آگے آئے گی انشاءاللہ

اس گفتگو سے قطع نظر اگر صرف نماز کی ظاہری کیفیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی اہم ترین اور مرکزی عبادت (نماز) میں کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے' کوئی سینہ کو دونوں بازوؤں سے لپیٹ لیتا ہے' کوئی ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوتا ہے' کوئی زیر ناف ہاتھ باندھتا ہے (مہدوی بھائی بھی زیر ناف ہی ہاتھ باندھتے ہیں)

ان تمام باتوں کے قطع نظر حنفی مقتدی حضرات جماعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے جبکہ شافعی حضرات لازماً پڑھتے ہیں۔ اور یہ مانتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں اہم ترین عبادت نماز میں یہ داخلی طور پر تلاوت قرآن کریم کا اختلاف ہے۔ نماز جیسی اہم فرض نماز کے تعلق سے نموناً ایک دو باتیں عرض کی جارہی ہیں ورنہ علماء نے صرف چار رکعت (ایک سلام سے) میں (۲۰۰) سے زیادہ مسلکی اختلافات کی گنتی فرمائی ہے۔ (عدد تو ۶۰۰ تک بتایا گیا ہے) گویا جماعت کی نماز میں جماعت کی یکسانیت ہی باقی نہیں رہی۔ عدم یکسانیت کا مشاہدہ کثیر جماعتوں میں اتنا ہی زیادہ ہوگا جتنی جماعت کثیر ہوگی۔

وضو کے اختلافات کی فہرست علیحدہ ہے۔ وضو کے ہوجانے اور وضو کے قائم رہنے یا قائم نہ رہنے کے مسائل بھی اختلافی ہیں۔

ان تمام اختلافات کی یکسوئی کئے بغیر یا ان اختلافات کی پروا کئے بغیر جماعت کی نماز میں شریک ہوجاتے ہیں۔ کسی بھی بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بس اپنی مرضی۔ اپنی اپنی مصلحت سے شریک ہوجاتے ہیں۔ کوئی اصول ہے اور نہ قاعدہ۔ اور نہ اختلافات کی یکسوئی کی فکر!!! انتہائی تعجب کی بات ہے کہ نماز صحیح ہورہی ہے

یا نہیں اس کی فکر سے بھی بے نیاز ہیں۔ تو آخر یہ کیا بات ہے؟ کیا صرف نمازیوں کی لائن میں کھڑے ہوجانا ہی نماز ہے؟!!! اگر کوئی محترم ایسا سمجھتے ہیں تو اس میں کسی کا کیا قصور؟!!! (یہاں یہ بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ حاشا وکلّا یہ باتیں اعتراض کے طور پر قطعاً بیان نہیں ہوئی ہیں کیونکہ اعتراضات کرنا ہمارا اصول نہیں ہے۔ صرف اختلافات کی نوعیت اور سنگینی بتائی گئی ہے!! کیونکہ مہدویوں کو ''سُنّی'' ہوجانے کی دعوت دی جارہی ہے۔

برادران محترم! آج کل بنام ''آپسی اتحاد'' ایک انتہائی عجیب صورتِ حال بھی سامنے آرہی ہے یعنی بعض لوگ صرف کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر اتحاد کی کوشش فرمارہے ہیں اور اسی کو ''اتحاد بین المسالک'' کا نام دے رہے ہیں۔

مزید تعجب یہ کہ ابھی ابھی ایک اور اہم اطلاع آئی ہے کہ ''وحدانیت'' یعنی اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے (توحید) کی بنیاد پر مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں کی عالمی کانفرنس ہورہی ہے۔ چنانچہ اخبار منصف ۱۶/ جون ۲۰۰۸ء یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ ''اسپین کے شہر میڈرِیڈ میں کُل بین العقائد کانفرنس کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔ تین روزہ مذاکرات جس کا اہتمام عالمی مسلم لیگ کی جانب سے کیا گیا ہے۔ وحدانیت پر یقین رکھنے والے تین مذاہب اسلام' عیسائیت اور یہودیت کے تقریباً ۲۰۰ مفکرین اظہار خیال کریں گے.......... کل میڈرِیڈ میں بین العقائد عالمی کانفرنس کا افتتاح انجام دیں گے!!! (اخبار منصف مورخہ ۱۶/ جون ۲۰۰۸ء)

ان اطلاعات سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''یعنی کلمہ کی بنیاد پر ابتداءً تمام مسالک (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) کو ایک سطح پر لانے اور متحد کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلے تو مکہ مکرمہ سے چاروں مصلّے اُٹھا کر صرف ایک مصلّیٰ رکھا گیا۔ اور اب ماشاء اللہ سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ''محمد رسول اللہ '' کے لازمی الفاظ کو محفوظ رکھتے ہوئے عالمی کانفرنس صرف ''لا الٰہ الا اللہ '' پر ہی محدود و مقید ہوگئی ہے!!! اور اس کا عالم اسلام میں بڑے زور وشور سے چرچا (پروپگنڈہ) ہو رہا ہے۔

بہر حال موجودہ بین المذاہب اتحاد کا کیا ہوگا اور آئندہ اس کی کیا صورت گری ہوگی اللہ ہی جانے!! ہوسکتا ہے کہ عقائد کے تحفظ کے ساتھ اتحاد اور امن کی صورت نکال لی جائے۔ لیکن یہ بات بھلائی نہیں جاسکتی کہ مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے چار پہلوؤں میں چار مصلّے جاری تھے اور تمام لوگ اپنے اپنے مسلک کے تحت نماز ادا کرتے تھے۔ بعد میں ایران کی جانب سے مطالبہ ہوا کہ ہمارے لئے پانچویں مصلّیٰ کی جگہ فراہم کی جائے۔ اس دشواری کے حل کے طور پر حکومت سعودیہ نے چاروں مصلّے لپیٹ کر صرف ایک ہی مصلّیٰ قائم رکھا اور مجبوراً چاروں مسالک کے لوگ ایک ہی امام محترم کے پیچھے نمازیں ادا کرنے لگے!! جو آج بھی ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں!!! اس طرح یہ بات سمجھنے میں آگئی کہ آج سے تقریباً ۴۵ یا ۵۰ برس پہلے کس طرح اور کس طریقہ سے اتحاد کی بنیاد پڑی۔

لیکن کسی نے بھی غور نہیں کیا اور کسی نے بھی آواز نہیں نکالی کہ کس اصول اور کس قاعدہ کے تحت یہ چاروں مصلّے ایک کر دیئے گئے۔

مکہ مکرمہ میں تو یہ عمل مقامی طور پر حکومت سعودیہ کے حکم سے جاری ہوگیا۔ یہ کہاں تک حق بجانب ہے؟ اس پر یہ فقیر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ یہ اپنے اپنے ضمیر کو ٹٹول لینے اور مطمئن کر لینے کی بات ہے''

اب یہاں حیدرآباد میں بھی مختلف مساجد اسی طریقہ پر عمل کر رہے ہیں یعنی امام کسی بھی مسلک کا ہو۔ نماز با جماعت میں شریک ہوجاتے ہیں گویا یہ بھی مکہ مکرمہ کی ایک طرح تقلید ہوگئی!!! اور یہ موجودہ بین المسالک اتحاد بھی اسی کا پرتو یا اسی کی متبدلہ شکل معلوم ہو رہی ہے جس کا کوئی اصول ہے اور نہ قاعدہ۔ اب یہ طریقہ مزید ترقی کر کے بین المسالک کی بجائے بین المذاہب کے نام سے رائج ہو رہا ہے۔ گویا یہودی، عیسائی اور مسلمان صرف لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر متحد ہونے کی سعی ہو رہی ہے۔ مزید تعجب ہے کہ اس کانفرنس میں شری شنکر اچاریہ نے بھی کافی تفصیلی تقریر کی۔ غرض یہ ایک عالمی مسئلہ ہے اس موقع پر یہ بے علم و بے عمل فقیر کا یہ موضوع نہیں ہے۔ جو بھی تبدیلی ہوگی وہ انشاء اللہ سامنے آ ہی جائے گی۔

لیکن یہاں اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ ایک طرف تو بین المسالک اتحاد (یعنی صرف کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کی کوشش کی جارہی ہے عمل بھی ہو رہا ہے اور آگے بڑھ کر اب بین المذاہب کی بات چل رہی ہے۔

لیکن تعجب ہے کہ حیدرآباد میں مہدوی بھائیوں پر بار بار اعتراضات کئے جارہے ہیں، اشتہارات چسپاں کئے جارہے ہیں

اور بعنوان طعام اعتراضات پر مشتمل جلسے ہو رہے ہیں حتیٰ کہ پمفلٹ اور کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں۔ تو کیا یہی بین المسالک اتحاد کا کام ہے۔ آخر اس کے پیچھے کون سے جذبات' کون سے اسلامی نظریات کارفرما ہیں یا کونسی مصلحت و منفعت پیش نظر ہے معلوم ہونا ضروری ہے۔ اتحاد بین المسالک کی اتنی کوششوں کے باوجود صرف ہم محلہ (پڑوسیوں) بلکہ نسبتاً زیادہ اہل سنت والجماعت بھائیوں کے خلاف یہ عمل کہاں تک حق بجانب ہے!! پھر ایک مرتبہ یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ مہدوی ہی اصل اہل سنت والجماعت ہیں' شریعت محمدیؐ کے پابند ہیں' بال برابر فرق نہیں جانتے کوئی نیا مذہب نہیں لائے ہیں۔ اس کے باوجود چھیڑ چھاڑ یا اشتعال اور مسلسل مخالفت کی جارہی ہے۔ تو یہ آخر کونسا انصاف' کونسے ایمانی اور کونسے اسلامی احکامات ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مختصر یہ کہ غور فرمائیے کہ بات کہاں سے کہاں آ پہنچی ۔ یہی نہیں بلکہ خود ہندوستان (حیدر آباد) کے حالات پر غور فرمائیے۔ باتیں تو اتنی بڑی بڑی ہو رہی ہیں۔ وسعت نظری وقلبی کا مطالبہ ومظاہرہ ہو رہا ہے۔

لیکن مذہبی اختلافات تو رہے ایک طرف ایک چھوٹی سی موقتی وادنیٰ سیاست کے لئے آپسی اختلافات کے تحت سب کچھ بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ شخصی توہین' کردار کشی میں تک شرم عار

باقی نہیں ہے۔ کیا یہ منتشر اور بٹی ہوئی طاقتیں' صلاحیتیں یکجا ہو کر صحیح معنی میں قوم کی خدمت نہیں کر سکتیں۔ نعرہ تو ایک طرح کا اور عمل بالکل متضاد و برعکس طریقہ کا۔

جب اس دنیاوی معاملہ میں اتحاد واتفاق کروانے والا کوئی نہیں ہے تو دین کے اتحاد واتفاق کی باتیں کیا ثمر دے سکیں گی؟!!!

(یہاں ایک نازک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ سیاسی اختلافات صرف اسی دنیا میں اور وہ بھی مختصر عرصہ کے لئے ہوتی ہیں جبکہ مذہبی اختلافات کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ ان کو دور کرنے میں تاریخ کا تبدیل ہو جانا عین ممکن ہے۔ اور آخرت کا خسارہ تو بہر حال ہوگا ہی۔)

غرض بین المسالک اتحاد کی بات ہو یا بین المذاہب اتحاد کی بات! یہ اتنی آسان بات ہرگز نہیں ہے جتنی کہ سمجھی جارہی ہے۔ خصوصاً عبادات میں اپنے اپنے ضمیر کو ٹٹولنا فرض ہے۔

ایسی کٹھن اور کڑی مشکل میں یہ غور کرنا لازم ہے۔ کہ ان چاروں مجتہد آئمہ کرام کے اختلافات کو کس طرح ختم کیا جاسکتا ہے! یا ان اختلافات کی یکسوئی کس طرح کی جاسکتی ہے؟ خاص طور پر ان مجتہد آئمہ کرام کے مقام ومرتبہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور ان کے احترام میں بھی کسی قسم کی کمی نہ ہونے پائے یہ لازماً ملحوظ رہنا ضروری ہے۔

اس کام کے لئے ان آئمہ کرام سے کوئی اونچی ہستی ہونا ضروری ہے جو ان اختلافات پر حکم کی حیثیت سے فیصلہ فرمائے۔ اور یہ کام سوائے خلیفۃ اللہ مبعوث من اللہ اور مامور من اللہ کے کسی کے بس کا نہیں ہوسکتا۔

ازروئے قرآن' اللہ کی بصیرت پر بلانے کی اصل دعوت و ضرورت اور دیگر ضرورتوں کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے بعثت مہدیؑ کی جو پیشین گوئی اتنی اہمیت سے ظاہر فرمائی اور بیعت کا حکم فرمایا یہ بھی آج ایک وجہ سامنے آئی کہ مہدوی بھائی' حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم کے مطابق چاروں آئمہ کرام کو برحق مانتے ہیں (الحق دائر بین الآئمہ الاربعہ)

ہر امام محترم نے انتہائی عرق ریزی سے انتہائی خلوص و دیانت کے ساتھ احکام بیان فرمائے ہیں۔ سب کی نیت نیک تھی (حصول زر کی خواہش تھی نہ حصول جاہ منصب کی) صرف دین کی خدمت پیش نظر تھی۔ لہذا جس کسی امام کا مسئلہ قرآن اور حدیث سے زیادہ سے زیادہ مطابق ہو اور زیادہ سے زیادہ تقوی پر منحصر ہو یعنی عالیت پر ہو ہم اُسی پر عمل کرتے ہیں۔ مہدوی بھائیوں کا یہ عمل خود قرآن وحدیث کے مطابق عمل ہوا۔ اس طرح ازروئے قرآن وحدیث چاروں آئمہ کرام اہل سنت کے اتحاد کی صورت سامنے آچکی!!!

اس طرح چاروں آئمہ کرامؒ کی چار لٹکتی ڈوریوں کو ایک رسّہ بنا کر ہم نے تھام لیا ہے۔ اور یہ اہم کام صرف خلیفۃ اللہ مامور من اللہ اور مبعوث من اللہ ہستی کے ہی حکم کی بدولت

ہوا ہے۔ اب آپ کو یہ سمجھنے میں آسانی ہوگئی کہ ایک بہترین صورت کے تحت (اور قرآن وحدیث کے مطابق) ہم نے اتحاد بین المسالک کا اہم کام انجام دے لیا۔ الحمدللہ اور یہ اہم کام صرف خلیفۃ اللہ مامور من اللہ ہی کی بدولت ہوسکتا ہے۔ ماوشما سے کس طرح ممکن تھا اور ماوشما کے فیصلوں کو ماننے کی صورت بھی کس طرح ممکن تھی؟ (جیسا کہ موجودہ حالات میں مشکل درپیش ہے)

سب غیر معصوم سب سے خطا کا امکان۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان "یقفوا اثری ولا یخطی" کے مصداق سوائے خلیفۃ اللہ المہدی کے اور کون اتحاد کی صورت پیدا کرسکتا تھا؟ اور حضرت مہدی علیہ السلام نے ہی اس مشکل مسئلہ کا حل فرمادیا۔ اب پھر اسی مضبوط رسّے کو کھول کر ایک ڈوری پکڑ لینے کی دعوت یعنی دوبارہ سُنّی (حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی) ہوجانے کی دعوت کس طرح عقل' تقویٰ اور عالیت کا باعث ہوسکتی ہے۔ ہر کوئی خود غور کرسکتا ہے۔!!!

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بیعت کا مقصد بندہ کو خدا سے ملانا۔ قریب سے قریب تر کرنا حتیٰ کہ دیدار الٰہی سے مشرف کروانا ازروئے قرآن وحدیث ظاہر ہوگیا۔ اور عام زندگی میں چاروں آئمہ کرامؒ کے احکام میں عالیت اور تقویٰ کی بنیاد پر اتحاد بھی ہوا۔ یعنی چاروں علیحدہ علیحدہ لٹکتی ڈوریوں کا رسّہ بنا کر (واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اور اللہ کی رسی کو سب مل

کر مضبوطی سے تھام لو) پر عمل کی ایک صورت من جانب اللہ ظاہر ہوگئی!! لہٰذا اب یہ بات بھی غور طلب ہو جاتی ہے کہ مہدویوں سے زیادہ اور کونسا فرقہ اہل سنت والجماعت سے یا قرآن اور اتباع رسول میں موافقت رکھتا ہے؟!!! غور فرمایئے مکرر غور فرمایئے!!

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہم نے برحق اور بالکل صحیح مہدیؑ کی تصدیق کی ایمان لائے۔ اور انتہائی نیک نیتی سے سب کچھ چھوڑ کر پوری توجہ سے خدا تک پہونچنے کی پوری پوری سعی کی۔ اور یہ کوشش بھی اللہ کے حکم اور رسول اللہؐ کے فرمان کے تحت ہوئی ہے۔ اپنی مرضی یا اپنی خودرائی کی وجہ سے نہیں ہوئی۔

اور یہ بات معمولی سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اصل چیز نیت ہے۔ ہم نے خدا اور رسول کی خاطر ہی مہدیؑ کی تصدیق کی ہے نہ جاہ وثروت کے لئے اور نہ ریاست وحکومت کے لئے۔ اور نہ ہی اقتدار کے لئے۔ بلکہ خدا اور صرف خدا و محمدؐ اور ان کے تابع تام مہدیؑ کی محبت میں اور طلب دیدار خدا کے لئے کی ہے۔ حتیٰ کہ جنت بھی ہمارا مقصود قطعاً نہیں رہی۔ صرف ذاتِ خداوندی ہی مقصود رہی ہے۔ اور اسی مقصد کو حاصل کرنے ہم نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے۔

واعظ! کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
اقبالؔ

اس موقع پر آپ کے ذہن میں یہ سوال اُٹھ سکتا ہے کہ ہم نے تعین شخصی (یا شناخت) میں غلطی کی ہے!!

یہاں آپ کا یہ خیال اس لئے صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن کریم کا اور اتباع رسولؐ کا ساتھ ہم سے چھوٹا ہی نہیں۔ ہم صراط مستقیم کی شاہراہ پر بصد استقلال قائم ہیں۔ شریعت کا دامن بھی مستقلاً تھامے ہوئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم خدا کے طالب ہیں اور تعلیمات قرآن واتباع رسول سے پوری پوری طرح مستفید ہو رہے ہیں اور فائدہ اٹھا رہے ہیں ایسی صورت میں ہم سے تعین شخصی میں غلطی کا امکان نہیں ہوسکتا اور قطعاً نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی دفع دخل، دفع خلل کے طور پر آپ کی بات کا جائزہ بھی لے لیتے ہیں کیونکہ ہم آپ کی خیر خواہی کا بھی نیک نیتی سے یقین کر لیتے ہیں۔ ویسے ہمارا مضبوط موقف بھی آپ کے علم میں تو آہی چکا ہے۔

لہٰذا آپ کے خیال کے مطابق کل قیامت میں (یا قبر میں) اگر ہم سے اس بارے میں سوال ہو تو ہم صاف صاف عرض کریں گے کہ اے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم نے صرف تیرے حکم اور تیرے آخری رسولؐ کی محبت واطاعت میں یہ اقدام کیا ہے۔ تیرے رسول اور تیرے اتباع اور تیری محبت کے ساتھ ساتھ" ومن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده کے خوف سے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت اور اتباع کے حکم میں ہم نے مہدیؑ کی تصدیق کی اور ایمان لائے اور پورے یقین سے ایمان لائے تیرے ہی حکم کی بناء پر ہر شک وشبہ سے دور رہے اور اخلاص سے تصدیق کی اور عمل کیا۔ کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام ہر طرح حالاً' قالاً اور فعلاً مطابق قرآن اور تابع رسول تھے۔ اور ساتھ ساتھ ان کا دعویٰ بھی ثبوت تھا کہ "مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ" اور ساتھ ہی ہمارا اصل شوق اور ہمارا اصل مقصد تجھ سے قریب سے قریب تر ہونے اور تیرے دیدار سے مشرف ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ہماری نیت نیک تھی۔ ہماری نیت کچھ مالی منفعت یا زمین وجائیداد کی یا حکومت کی نہیں تھی۔ اور نہ ہی

اقتدار ہمارے پیش نظر تھا۔ اے اللہ تو ہمارے دلوں کا حال بخوبی جانتا ہے کہ ہم نے صرف تیری محبت میں اور رسول اکرمؐ کے حکم کے اتباع میں حضرت مہدیؑ کی تصدیق کی ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث کی مطابقت اچھی طرح دیکھی ہے۔ لہذا ہم سے اس بارے میں غلطی کا تو کیا' شبہ کا بھی گمان نہیں ہوسکتا۔ ہم تیرے قرب کے اور تیرے دیدار کے طالب تھے تو اس معروضہ پر جو بھی حکم پروردگار ہوگا اور انشاء اللہ جو رحمتیں، برکتیں اور فضیلتیں اور انوارِ الٰہی ہوں گے وہ سب پر عیاں ہوں گے۔ یہ اس لئے بھی ہوں گے کہ ہم بحکم محمدؐ و مہدیؑ اس دنیا کی زندگی میں ہی آخرت کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور دنیا میں بھی ہم پر برکتیں' نعمتیں اور احسان ہوتے رہے ہیں!!!! الحمدللہ

لیکن جو لوگ اپنی ضد' اپنی انا اور اپنے علمی گھمنڈ کے زور پر خدا اور رسول کے حکم سے بے پروا ہوکر مخالفت کررہے ہیں اور ہر طرح انکار پر اڑے ہوئے ہیں کوئی بات سمجھائے بھی نہیں سمجھتے اور دین کی بات پر توجہ تک دینا نہیں چاہتے۔ اور ساتھ ہی ایمان لالینے والوں کو بھٹکانے کی کوشش کررہے ہیں وہ اپنے عمل کا کیا عذر پیش کرسکیں گے؟!! غور کا مقام ہے یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ قرآنی آیتوں کی من مانی توضیح وتشریح کررہے ہیں اور فرمان رسول اکرم ﷺ سے بھی لاپرواہی کررہے ہیں۔ اس سے ہٹ کر بھی یہ انکار کرنے والے حضرات قرآن کریم کی کونسی آیات سے اور کونسی احادیث سے اس انکار کو جائز قرار دیں گے؟

لہذا ثابت ہوا کہ تعین شخصی میں غلطی کا الزام بھی صرف ایک شبہ ہے.........

جبکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر فلاتک فی مریۃ منہ انہ الحق (پس تم

اس (مہدی) کے بارے میں شبہ مت کرو بے شک وہ حق ہے) کا حکم فرمایا ہے۔

پھر لطیفہ یہ بھی ہے کہ خود شک وشبہ سے دور رہنے کی بجائے ایمان لالینے' یقین کرلینے اور ہر طرح کے شک وشبہ سے دور رہنے والوں کو طرح طرح کی ترکیبوں سے بھٹکانے کی کوشش کررہے ہیں تو اس کا کیا جواز ہے؟ لہذا آخرۃ میں ان حرکتوں اور ریشہ دوانیوں کا کیا جواب دے سکیں گے غور کیا جاسکتا ہے!!!

اس گفتگو کا ایک اور نازک پہلو بھی ہے جو ذرا وسعت نظری کا محتاج ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے ایمان لانے والوں اور بیعت سے مشرف ہونے والوں کی ہر طرح ذمہ داری قبول فرمائی ہے حتیٰ کہ شفاعت کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان لالینے والوں کے ذمہ دار یقیناً رسول اکرم ہیں۔ انکار کرنے والوں کے ذمہ دار رسول اکرم ﷺ نہیں ہیں۔ سبحان اللہ والحمد اللہ اٰمنّا وصدّقنا

بالکل اسی طرح ہم نے اللہ کے حکم اور رسول اکرمؐ کے فرمان کے تحت بحیثیت خلیفۃ اللہ خاتم ولایت محمدیہ حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرلی ایمان لاچکے لہذا ہمارا موقف بفضل خدا بہت زیادہ مضبوط ہوگیا ہے۔ سبحان اللہ والحمد اللہ اٰمنّا وصدّقنا

اب یہاں دوٹوک بات یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ "بینہ" ہیں خاتم

النبیین ہیں ۔ نبی آخرالزماں ہیں۔لہذا آنحضرت ﷺ کے صحیح موقف کو دلوں میں اتار لینے اور خدا سے قریب تر ہونے حتیٰ کہ دیدار سے مشرف ہونے کے لئے ہم نے قرآن کریم کے اور آنحضرت ﷺ کے حکم سے ہی حضرت مہدی علیہ السلام کا بھی جو ’’بینہ‘‘ معصوم عن الخطا ہیں، خاتم ولایت محمدیہ ہیں اور امام آخرالزماں ہیں، کا دامن تھام لیا ہے۔ خاتم النبیین کو خاتم ولایت محمدیہ کی ضیاء پاشیوں سے ہی صحیح طریقہ سے سمجھا ہے۔ ایک معصوم عن الخطا کو معصوم عن الخطا ہی سے بلا خطا جان رہے ہیں اور بلا شبہ ہم صحیح جان رہے ہیں اللہ کا شکر ہے۔ اور یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ ہم صحیح سُنّی ہیں اور سب سے زیادہ سُنّی ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا!! **والحمد لله**

اتنی بات صاف کردینے اور واضح کردینے کے بعد قرآن ہماری کس طرح رہبری کرتا ہے اور رسول اکرم ﷺ ہمیں کس طرح اپنے فرمان سے نوازتے ہیں آپ کی نظروں میں لانا ضروری ہے۔ آگے کے صفحات میں اس کی کوشش کی جائے گی انشاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے اور آپ کے موقف کا بنیادی تفاوت

اس ناچیز فقیر نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ اپنے اصلی موقف کو حلفاً واضح کیا ہے تاکہ مخالفین کی طرف سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کا از خود ازالہ ہوجائے۔ اور عوام کے ذہنوں سے غلط پروپگنڈہ کا اثر زائل ہوجائے۔ لیکن بعض اصحاب عمداً اس فقیر کی تفہیم سے نظریں پھیر کر پھر وہی راگ الاپتے رہتے ہیں جیسا کہ کچھ پڑھا ہی نہیں یا سنا ہی نہیں

یہاں یہ فقیر اک مرتبہ اور اپنے موقف کی وضاحت کر رہا ہے۔ اور طریقہ وضاحت بھی بدلا ہوا ہے۔ شائد اس مرتبہ بات سمجھ میں آجائے!!!(شائد کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات)

اپنی بات آگے بڑھانے سے پہلے یہ بتادینا ضروری ہے کہ اکابرین اہل سنت کا اصلی موقف کیا ہے۔ اور آج کل کے جدید زمانہ سے متاثرہ ذہنوں کی پیداوار کیا ہے؟!

مہدوی بھائی اکابرین اہل سنت والجماعت کے عقائد کی ہر طرح مطابقت بتانے اور تفہیم کرنے میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرتے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت خدا کے حکم سے ہوئی ہے۔ آپؑ مبعوث من اللہ ہیں بینہ ہیں، خلیفۃ اللہ اور تابع محمد رسول اللہؐ ہیں۔ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ اور مبعوث ہوجانے کے بعد خود حضرت مہدی علیہ السلام نے ہر طرح وضاحت فرمادی ہے کہ **’’مذہب ما کتاب الله واتباع محمد رسول الله‘‘**۔ اس دعوے کا عملی ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ

تفہیم بھی فرمادی ہے کہ ''ہم کوئی نیا مذہب نہیں لائے ہیں'' یہ خود ''مذہب ما کتاب اللہ اور اتباع محمد رسول اللہؐ'' کی ذیلی وضاحت ہے۔

ذیل میں پہلے یہ دیکھنا ہے کہ احادیث کے معاملہ میں اکابرین کا علماء کا اور عوام کا کیا رویہ رہا ہے۔ اور قرآن کریم کی موجودگی میں احادیث کا کیا موقف ہے۔ اور فی الوقت احادیث اور قرآن کریم کو سمجھنے میں آپ میں اور ہم میں کہاں فصل واقع ہورہا ہے؟!!

علامہ حضرت سید اشرف شمسیؒ (سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی) نے ایک انتہائی اہم اور بنیادی بات بیان فرمائی ہے۔ جو نہ صرف غور وفکر کی دعوت دیتی ہے بلکہ ذہنوں کو جلا بھی بخشتی ہے۔ علامہؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ

''میں کہتا ہوں کہ صحابی اور مجتہد معصوم عن الخطاء تو نہیں ہیں، پس ان کا قول خطا سے محفوظ نہیں ہے۔ اور جب دو حدیثوں میں تعارض کی وجہ سے قول صحابیؓ یا قیاس کی طرف رجوع کرنا پڑے تو ضرور ہے کہ صحابیؓ یا مجتہدؒ ایک نہ ایک حدیث کو اپنی رائے سے ترجیح دے گا پس یہ ترجیح بالضرور کسی ایک حدیث کی ہوگی اور ان حدیثوں میں جو آپس میں مخالف ہوں گی ضرور ایک متروک ہوگی۔ پس اس صورت میں قول صحابی یا قول مجتہد سے حدیث رسول اللہ کا ترک لازم آئے گا اور ظاہر ہے کہ بنائے ترک حدیث صحابیؓ یا مجتہد کا مجرد قول ہے۔ اور جائز ہے کہ ان کی ترجیحی رائے میں خطا ہو کیونکہ وہ معصوم نہیں ہیں'' (حوالہ از کحل الجواہر علامہ شمسی صفحہ ۷۰)

ظاہر ہے کہ علامہ شمسیؒ کی بات کو ہر کوئی صاحب سمجھ تسلیم کرے گا۔ کیونکہ اگر دو حدیثوں میں اختلاف پایا جائے تو کسی ایک حدیث کو اپنے قیاس یا قول صحابیؓ یا قول مجتہد سے ترک کرنا پڑے گا۔ اور یہ ترکِ حدیث یا ترک فرمان رسول اللہ ﷺ میں صحابیؓ یا مجتہدؒ کی اپنی مرضی یا اپنے قیاس کی وجہ ہوگا۔ اور یہ لازم آئے گا کہ معصوم عن الخطاء حضور اکرم ﷺ کے فرمان کو ایک غیر محفوظ عن الخطاء کی جانب سے ترک کردیا گیا

غرض حضرت علامہ شمسیؒ کی مندرجہ بالا اس وضاحت کے بعد یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اہل سنت میں چار مذاہب کی بنیاد کیوں پڑی۔ حنفیؒ شافعیؒ مالکی یا حنبلی اصحاب کی چار الگ الگ ڈوریاں (بنام اہل سنت والجماعت یعنی سُنّی) کیوں وجود میں آئیں۔

اور آج بھی علمائے کرام اپنی مرضی، اپنی عقل اور اپنی رائے کی بنیاد پر احادیث کو رد کررہے ہیں یا قبول کررہے ہیں بلکہ آدابِ فتویٰ نویسی اور احترام نبوی کو تک نظر انداز کردیا جارہا ہے!!! ایسی صورت میں اتحاد کی کیا صورت ہوسکتی ہے غور کرنا لازم ہے یا نہیں؟

آپ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیئے کہ ہندوستان میں یہ بات مسلّمہ اور زندہ حقیقت کی طرح موجود ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے تعلق رکھنے والی ۳۰۰ سے زیادہ احادیث وارد ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد میں احادیث اسلام کے کسی بھی مسئلہ میں نہیں ہیں۔ اور خاص طور پر ان میں متواترات بھی شامل ہیں

غور فرمائیے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام کے تعلق سے اتنی زیادہ احادیث وارد ہوں تو کیا یہ سب خلافِ منشاء خداوندی یا خلاف قرآن ہوسکتی ہیں۔ ایسا تو

کوئی مومن تو کیا کوئی تازہ تازہ نومسلم بھی نہیں سوچ سکتا..........!! ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ کیا یہ ساری کی ساری احادیث ہر اعتبار سے متحد المعنی یا ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے موافق ہو سکتی ہیں؟ یہ تمام احادیث حضرت مہدیؑ کی بعثت سے ہی متعلق ہونے کے باوجود ان میں فرق پایا جانا ضروری ہے۔

اس موقع پر حضرت علامہ شمسیؒ کی توجہ دہانی بہت زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث کو آج کوئی بھی عالم یا کوئی بھی محقق اپنی پنی سمجھ اور اپنے اپنے مسلک کی بناء پر قبول یا رد کردے گا۔ حتیٰ کہ فتویٰ تک جاری کردے گا۔ (فتوؤں میں اختلاف کی یہی وجہ ہے جو آج کل ظاہر ہے) ویسے بھی آج کل کے حالات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں!!!

لہذا ان اختلافات کی یکسوئی کے لئے قرآن کریم کا دامن تھامنا پڑے گا۔ اور قرآن کریم سے یقیناً ان کی تصدیق و مطابقت بھی ہوتی چلے جائے گی۔ اور ساتھ ہی مہدویت کا دعویٰ کرنے والی ہستی کا بلا خطا کردار، اس کا حال، اس کا قال اور اُس کے افعال ثابت کرتے جائیں گے کہ یہی مہدی موعودؑ ہیں۔ جو قرآن کریم اور احادیث کے تحت مبعوث من اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ ان کی تصدیق کرنا ان کی بیعت کرنا یا ان پر ایمان لانا فرض ہے۔

یہاں ایک اور اہم تائید غیبی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اخبار سیاست میں ایک اہم

نیوز جاری ہوئی ہے (اتوار مورخہ ۱۳/ جولائی ۲۰۰۸ء) جس کا عنوان ہے ''اختلافات دور کرتے ہوئے اتحاد قائم کرنا علماء کی ذمہ داری'' ''قرآن وسنت کی روشنی میں تزکیہ ضروری پروفیسر شیخ وصی اللہ کا خطاب''

اس خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ نامور محقق و معلم مسجد الحرام، مکہ مکرمہ شیخ وصی اللہ عباس نے کہا کہ اختلاف کی وجہ سے امت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ اور علماء کرام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اختلافات کو رفع کرتے ہوئے اتحاد قائم کریں۔

''علمائے کرام کو مسائل کے بیان کرنے میں کافی احتیاط کرنی ہوگی کیونکہ اگر وہ کسی مسئلہ میں غلط رہنمائی کرتے ہیں تو اس کا گناہ تو ان کے سر پر ہی ہوگا ساتھ ہی ان کا اتباع کرنے والوں کے گناہ کے بھی وہی سزاوار ہوں گے''!!

شیخ وصی اللہ عباس (نامور محقق و معلم مسجد الحرام مکہ مکرمہ) باغ عامہ کی مسجد میں مسلمانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کسی مسئلہ میں قرآن حکیم اور احادیث ایک ہی رُخ رکھتے ہیں تو اس میں اختلاف کا کسی کو حق نہیں ہے (اخبار سیاست مورخہ ۱۳/ جولائی اتوار)

لہذا اس قول معقول و مقبول بلکہ قول فیصل کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کی روشنی میں دیکھنا پڑے گا کہ کون سی احادیث مبارکہ عین قرآن کریم سے مطابقت رکھتی ہیں اور ساتھ ہی انکا انطباق و اطلاق کس ہستی پر زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے ہر مسلمان پر یہ دیکھنا فرض ہے تاکہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔

غرض آپ کی اس تحقیق کے دوران اگر اللہ کے فضل سے قرآن کی آیات اور احادیث میں یہ تطابق (مطابقت) مل جاتا ہے۔ تو کسی کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ اس میں

توڑ جوڑ یا حیلے حوالے کرے۔ آسان الفاظ میں یعنی مولانا کے ہی الفاظ میں

اگر کسی مسئلہ میں قرآن اور احادیث ایک ہی رخ رکھتے ہیں تو اس میں اختلاف کا کسی کو حق نہیں ہے!!!

اس عنوان کے تحت یہ حقیر و بے علم فقیر آگے کے صفحات پر مستقل گفتگو کرے گا۔ انشاءاللہ اس زرین اصول یا فیصلہ کو ذہن میں رکھیے اور بذات خود تصفیہ کرنے کی کوشش فرمائیے۔

اس مرحلہ پر آنے سے قبل اس اہم مسئلہ پر بھی نظر ڈال لینی ضروری ہے کہ اتنی اہمیت اور اتنی وضاحت کے ساتھ بہ تعین زمانہ (یعنی **المھدی وسطھا**) حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے تعلق رکھنے والی احادیث کو کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ کئی احادیث مطابق بالقرآن ہیں۔ اور ان کا رخ مشترکہ طور پر ایک ہی طرف ہے۔

کیا آپ کو اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ بعثتِ مہدی سے تعلق رکھنے والی سینکڑوں حدیثوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف "**الیوم اکملت لکم دینکم** ......" الخ کی غلط تشریح کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس آیت پر دین مکمل ہوگیا۔ اس آیت کے بعد کسی (مہدیؑ) کے آنے جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی!! زیادہ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ قرآن کی اس آیت کو پوری پڑھنے کی بھی زحمت نہیں کی جاتی!!! اس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ خصوصیت سے مہدی علیہ السلام کی آمد کا انکار کرنے کے لئے نہ

صرف آیت کا مطلب غلط نکال رہے ہیں بلکہ اس غلط اور نامعقول اصول کی بناء پر پیشین گوئیوں کی اہم احادیث کو بھی کالعدم کر رہے ہیں!!! یا اُن کی اہمیت سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ اقدام کتنا خلافِ اصول اور کتنا خلافِ دین ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔

آپ کسی بھی مطبوعہ کتاب میں یہ حدیث ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ تفسیر مدارک جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۲۲ پر بھی یہ حدیث لفظاً لفظاً اوپر بیان کی ہوئی حدیث کے مطابق ہے۔ تفسیر مدارک کا درجہ اور اس کی قدامت کسی بھی اہل علم سے معلوم فرماسکتے ہیں۔ مفسر محترم کا ۷۰۱ھ میں وصال ہوا یعنی یہ تفسیر حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً ۲۰۰ برس پہلے کی ہے اور کئی جامعات میں زیر درس ہے!!! یہ تفسیر عربی میں ہے۔ لبنان، بیروت کے ادارہ "دار القلم" کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔

ایسی صورت میں قدیم سے قدیم حوالوں پر توجہ دینا بے حد ضروری ہے۔

اپنے اصلی موضوع پر آتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ حسب فرمان حضرت مہدی علیہ السلام ہمارا مسلک صرف اور صرف "**مذھب ما کتاب الله واتباع محمد رسول الله**" ہے۔

اس طرح ہر وہ بہتان ہر وہ الزام اور ہر وہ گمان جو خلاف کتاب اللہ و خلاف اتباع رسول اللہ ہو اس تیز دھار پر کٹ کر رہ جائے گا انشاءاللہ۔ خواہ وہ کسی بھی جانب سے عائد کیا گیا ہو۔ کیونکہ خود حضرت مہدی علیہ السلام نے بار بار تاکیداً فرمایا کہ

"اگر کوئی ہماری صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو ہمارے احوال اور اعمال کو کتاب اللہ' قرآن کریم اور اتباع رسول اللہ سے مطابق کر لے!!!" (نقلیات میاں عبدالرشیدؒ مع ترجمہ وتوضیحات)

غرض اپنے آپ کو حالاً' قالاً اور فعلاً' قرآن کے اور اتباع رسول اللہ ﷺ کے معیار پر بطور ثبوت وتصدیق پیش کرنا خود حضرت مہدیؑ کے حق ہونے کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔

خدارا غور فرمایئے کہ یہ کتنا عظیم اور کتنا موثق وہی طریقہ دعوت تھا (بالفاظ دیگر اس کو ایک چیلنج کی حیثیت بھی دی جاسکتی ہے) جو عوام تو عوام تمام صاحبِ اقتدار لوگوں کو بھی دیا گیا تھا۔ کیا یہ طریقہ دعوت کسی غیر خلیفۃ اللہ' غیر مامور من اللہ' غیر مبعوث من اللہ...... یا غیر معصوم عن الخطاء ہستی کی جانب سے ہوسکتا ہے؟ اتنے واضح دعویٰ وثبوت کے باوجود بھی شکوک وشبہات میں رہنے والوں کی تشفی نہ ہو تو پھر یہ بھی قرآن کی پیشین گوئی اور قرآن کے حکم کی خلاف ورزی شمار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربّک (اے رسول اس (مہدی کی بعثت) کے بارے میں شبہ مت کرو۔ بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے) اور ساتھ ہی ولکن اکثر الناس لا یومنون "یعنی اور اکثر لوگ اس (مہدی) پر ایمان نہیں لائیں گے" صاف صاف بیان کردیا گیا ہے!! (اس آیت پر آگے مستقل گفتگو آرہی ہے انشاءاللہ)

شبہات کی آخری سے آخری منزل کو بھی ختم کرتے ہوئے "حضرت مہدی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کوئی شخص بندہ

سے نقل کرے تو چاہیئے کہ اس نقل کو دیکھے۔ اگر خدائے تعالیٰ کے کلام کے موافق ہے تو وہ (نقل) بندہ سے ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کے کلام سے موافق نہیں ہے تو وہ نقل بندہ سے نہیں ہے۔ یا وہ شخص ہماری بات سمجھ نہ سکا!!!!

ایسی صورت میں غور طلب بات یہ ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ کے بعد سے آج تک کسی نے بھی یہ بات کہی ہے کہ ہماری نقل قرآن کے مطابق کر کے دیکھ لو۔ جب حضرت مہدی علیہ السلام (حضرت سید محمد جونپوری علیہ السلام) کے علاوہ دنیا کی کوئی بھی ہستی ایسا دعویٰ نہ کرسکی تو بھلا انصاف کیا جائے کہ آپ کے سوا اور کون مہدی علیہ السلام ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ مستند اور موثق بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

یہ بات ذہن میں اچھی طرح محفوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارک کے بعد اسی طرح کا مستند وموثق قول وعمل لازم ہے۔ اس سے ہٹ کر یا اس سے کم کوئی بھی قول وفعل حضرت مہدی علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت فراہم نہ کرسکے گا کیونکہ آپ کا دعویٰ تابع محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور قرآن بھی انا ومن اتبعنی کے الفاظ میں شاہد ہے!!!

غور فرمایئے کہ آج کے یہ معترضین قرآن کریم کی ایک واضح اور صاف آیت "الیوم اکملت لکم دینکم ورضیت لکم الاسلام دینا" کو ہی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے۔ اور اسی آیت میں "ورضیت لکم الاسلام دینا" کی تخصیص

وضاحت کو نہیں سمجھ سکے اور اسی آیت پر دین مکمل ہو گیا سمجھ کر اس آیت کے بعد کی نازل ہونے والی آیات اور حضور اکرم کی زندگی و نبوت اور حضورؐ کی پیشین گوئیوں کو ہی زیر بحث لا لیا۔

تو ایسی صورت میں فرامین مبارک اور قرآن کریم میں مطابقت کر کے کس طرح دیکھ سکیں گے۔ اس مطابقت کو دیکھنے کے لئے تو نیک نیتی، اخلاص اور مثبت و انصاف پسند فکر کی ضرورت ہے۔

غرض اللہ کے دین کو قرآن کو اور احادیث کو سمجھنے کے لئے اخلاص و نیک نیتی ضروری ہے۔ اسی طرح کسی بھی مبعوث من اللہ ہستی کو پرکھنے، سمجھنے کے لئے بھی انتہائی دیانت داری اور سمجھ داری سے جانچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصیت سے حضرت مہدی علیہ السلام کو جاننے، پہچاننے اور ایمان لانے کے لئے بے حد اخلاص اور یقین کی دولت سے مالا مال ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد مہدی موعودؑ کی بعثت بہت زیادہ غور و فکر و احتیاط کی محتاج ہے۔ خود قرآن کریم نے آپؑ کی بعثت کے تعلق سے شک و شبہ سے بچنے کا حکم آنحضرت ﷺ کو دیا ہے۔ فلا تک فی مریۃ منہ تو ایسی صورت میں دیگر اصحاب و حضرات کا کیا سوال ہو سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے زیادہ صحابۂ کرامؓ اور پوری امّت اس شبہ میں نہ رہنے کے حکم میں شامل ہے۔ صحابہؓ خود بھی اس معاملہ میں تشویش رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تشویش کا برملا آنحضرت سے تذکرہ کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کی تفہیم فرمائی۔ شک کو دور فرمایا۔

چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری

منزل میں ہے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں کر ہو سکے گا۔ جب کہ آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ انبیاء تو نہیں ہوں گے لیکن اللہ کے قرب و مقام کی وجہ انبیاء ان سے رشک کریں گے۔ اور سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔ (تفسیر کبیر جلد ثانی، امام فخر الدین رازیؒ)

آج اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد اگر لوگ شبہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اُلٹے سیدھے اعتراضات اُٹھاتے ہیں تو ان پر ناراض ہونے کے بجائے ان کے مبتلائے وہم و شک ہونے پر رحم آنا چاہیئے اور اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ ان کو فہم صحیح عطا فرمائے اور ان میں اخلاص و یقین و دیانت داری پیدا فرمائے۔

آپ آج پانچ سو برس بعد (یعنی مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت کے پانچ سو سال بعد) جو اعتراضات اُٹھا رہے ہیں اور احادیث کا غلط استعمال کر رہے ہیں

تو اس زمانہ میں جبکہ حضرت مہدی علیہ السلام خود بحیثیت خلیفۃ اللہ، مامور من اللہ موجود تھے اور اپنے آپ کو بحیثیت بینہ پیش فرما رہے تھے تو کیا حضرت مہدی علیہ السلام کو نہ ماننے والے یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ گئے ہوں گے۔

کیا کسی نے تحقیق نہ کی ہوگی؟ آزمائش نہ کی ہوگی؟ کیا سبھوں نے آنکھیں بند رکھیں تھی۔ کیا وہ تمام مسلمان سلاطین و مقتدر درباری علماء خاموش تماشائی بنے رہے ہوں گے۔ جبکہ ہر طرح اقتدار اُن کے ہاتھ میں تھا۔ کسی کو بلا وجہ قتل کر دینا یا کرا دینا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ فوجی عہدہ داروں اور امراء کو تک بارہ بارہ خون معاف ہوا

کرتے تھے۔ پھر خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ درباری یا دنیا دار علماء کو اپنی ساکھ اور بقا کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام بار بار ببانگ دہل اعلان فرمارہے تھے کہ اگر ہماری صداقت آزمانا ہے تو قرآن کریم اور احادیث سے مطابقت کر کے دیکھ لو۔ شریعت محمدی کی چھوٹے سے چھوٹی پابندی بھی دیکھ لو۔ اور اتباع محمد رسول اللہ کی ہر طرح جانچ کرلو۔ (لیکن یہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے دعوی کی حقانیت ہے کہ کوئی بھی شخص قرآن کریم اور اتباع محمد ﷺ کے مغائر کوئی نشاندھی نہ کرسکا) غرض اس کے ساتھ ہی ازروئے قرآن کریم " **ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ** اور حدیث شریف " **ومن انکر المہدی فقد کفر** " کی وعید بھی سنا رہے تھے۔ اس کے باوجود کیا تمام علماء و مقتدر سلاطین وحکمران، تحقیق کے بغیر آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہے ہوں گے۔؟ اور خاص ایسی صورت میں جبکہ حضرت مہدی علیہ السلام نے یہاں تک فرمادیا تھا کہ

قیامت کے دن دو وجہ سے حاکموں (صاحب اقتدار لوگوں) اور علماء کو روسیاہی نصیب ہوگی کیونکہ اگر میں حق پر ہوں تو انہوں نے نصرت دین میں ساتھ کیوں نہ دیا۔ اگر میں حق پر نہیں ہوں تو مجھے قید کیوں نہ کیا۔ اور سب (علماء وحکام) نے مجلس کر کے میری تفہیم کیوں نہ کی۔ اگر میں نے تفہیم قبول نہ کی تو مجھے قتل کیوں نہ کردیا۔ اس لئے کہ میں جہاں جاؤں گا اپنی حقیقت کے لحاظ سے دعوتِ (مہدیت) کرتا رہوں گا۔ اور (اُن کے نقطہ نظر سے) مخلوق کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور (اس کا) وبال ان مقتدر علماء وحکام

کی گردن پر رہے گا۔ (نقلیات میاں عبدالرشید ؒ مع ترجمہ وتوضیحات صفحہ ۸)

کیا اتنا سب سن کر بھی پانچ سو برس پہلے کے مطلق العنان ومقتدر سلاطین و درباری علماء وقاضیاں خاموش بیٹھ سکتے تھے؟ کیا یہ بات کوئی بھی صاحب سمجھ تسلیم کرسکتا ہے؟

لہذا یوں بھی عقل کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام مبعوث من اللہ، مامور من اللہ، خلیفۃ اللہ اور صاحب بینہ تھے۔ جن جن سلاطین، علماء ومقتدر حضرات نے حضرت مہدی علیہ السلام کی بعد تحقیق بیعت کی اور ایمان لائے ان کی ساری تفصیلات معلوم کی جاسکتی ہیں۔

غرض ان تمام سلاطین وعلماء وقاضیان نے حضرت مہدی علیہ السلام کی صفت ازفرمان نبیؐ **یقفوا اثری ولا یخطی** (میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا) یعنی صفت معصوم عن الخطاء کو تک متاثر نہ کرسکے۔ (جیسا کہ کفار ومشرکین آنحضرت کی صفت "امین" کو تک متاثر نہ کرسکے) تو دعوئ مہدیت کو کس طرح غلط ثابت کرسکتے تھے!!!؟

اس موقع پر یہ سوال بھی انتہائی اہم ہوجاتا ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد سے آج تک کسی بھی اہل اسلام کے فرد نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اپنے ہر عمل کو قرآن کریم کے مطابق کر کے دیکھو اور کیا (۵۰۰) برس پہلے کی اقطاع ہندوستان (بشمول پاکستان) وافغانستان کے ہزاروں سرکاری ودرباری علماء کی موجودگی میں کسی نے ایسے چیلنج کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کیا ہے کہ

"اگر کوئی ہماری صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو ہمارے احوال واعمال کو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور اتباع رسول اللہ ﷺ سے مطابق کرلے"

کیا آنحضرت ﷺ کے بعد سے آج تک کسی نے معصوم عن الخطاء ہونے کا دعویٰ

کیا ہے۔اور دعویٰ بھی مکمل اور کامیاب دعویٰ کیا ہے؟ اور اپنے آپ کو ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کیا ہے؟ اور پھر ہر موافق اور مخالف نے دیکھ لیا کہ آپ تعلیم بلا واسطہ کے ذریعہ قرآن پر بلا خطا عمل فرماتے تھے اور اتباع رسول ﷺ فرماتے تھے نہ کہ کتابوں' حدیثوں یا تفسیروں کی تعلیم کے ذریعہ اتباع فرماتے تھے۔اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا تھا۔(خواہ نظری ہو کہ عملی!!!) کہ آپ کی ذات ہی مہدی موعودؑ تھی۔

لہذا ماننا پڑے گا کہ پوری دنیا میں سوائے حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کے کسی نے بھی اتنی جراءت و ہمت نہیں کی (اور کر بھی کیسے سکتے تھے) کہ اپنی زندگی حالاً' قالاً' اور فعلاً قرآن کے مطابق ہونے کا منجانب اللہ دعویٰ کریں۔لہذا ثابت ہوا کہ آپ ہی خاتم ولایت محمدیہ حضرت مہدی علیہ السلام ہیں!!

ویسے بھی آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان' حضرت مہدی علیہ السلام کے سواء اور کوئی ایسی ہستی ہو ہی نہیں سکتی جو خلیفۃ اللہ' معصوم عن الخطاء اور خاتم ولایت محمدیہ کا درجہ رکھتی ہو!! اور اپنے ہر عمل اور ہر قول پر قرآن کریم کو گواہ رکھتی ہو۔

مزید یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کے سوا کسی ایسی ہستی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو معصوم عن الخطاء ہونے کا علی الاعلان دعویٰ کرسکے۔اور قرآن کریم سے اس دعویٰ کی گواہی دے سکے!!

یہ بات ذہن میں اچھی طرح بٹھالی جائے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ہستی نبوت کا دعویٰ نہیں کرسکتی اور نہ خاتم النبیین ہوسکتی ہے۔خواہ مسلمانوں کے سوا کروڑوں نہیں اربوں انسان (یہودی اور عیسائی) آنحضرت ﷺ کا انتظار کرتے رہیں۔اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔کیونکہ بعثت نبیٔ آخر کا زمانہ آیا اور چلے گیا۔ بالکل اسی طرح اب اور کوئی حضرت مہدی علیہ السلام مبعوث ہونے والے نہیں ہیں اور نہ معصوم عن الخطاء ہونے کے ساتھ قرآن کو اپنا گواہ پیش کرنے کے دعوے دار ہونے والے ہیں۔کیونکہ بعثت خاتم النبیین کے زمانہ کی طرح بعثت خاتم ولایت محمدیہ (مہدی علیہ السلام) کا زمانہ بھی گذر گیا۔یہ بعثت کی بات حضرت مہدی علیہ السلام پر ہی ختم ہوچکی۔وہ لوگ جو عین قیامت کے قریب بعثت ہوگی سمجھ رہے ہیں وہ احادیث متواترہ اور عقائد اہل سنت والجماعت کے صریح خلاف ہے۔(آگے حدیث پر گفتگو ہوگی انشاء اللہ) عام شہرت پر عقیدہ قائم نہیں ہوسکتا۔اکابرین اہل سنت والجماعت کی بیان کردہ تفصیلات کا کھلے دل سے مطالعہ کریں تو روز روشن کی طرح بات انشاء اللہ سامنے آجائے گی مکرر انشاء اللہ۔

اب رہی ایمان لانے والوں کی کم تعداد (یعنی قلّت) اور ایمان نہ لانے والوں کی زیادتی (کثرت) تو اس کا فیصلہ قرآن کریم سے ہوجاتا ہے۔قرآن کریم سے فیصلہ ہوجانے کے بعد کسی کو کیا جراءت ہوسکتی ہے کہ اس سے اختلاف کرے۔ قرآن کریم کے (اس قلت و کثرت کے فیصلہ کی گفتگو بھی انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیے)

ہم تو قرآن اور حدیث کی مطابقت کے ساتھ ہی بات کررہے ہیں اور مکہ مکرمہ کے محقق و عالم نے فرمادیا ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن حکیم اور احادیث ایک ہی

رخ رکھتے ہوں تو اس میں کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں ہے۔

ایسی صورت میں آپ جن (مہدی) کے انتظار میں ہیں فرض کرلیجئے کہ وہ آج آچکے ہیں آپ کے خیال کے مطابق آج (موجودہ زمانہ میں) جو مہدی آچکے ہیں (یا آئندہ زمانہ میں آنے والے ہیں) ان کے تعلق سے آپ کونسی قرآنی آیات اور احادیث سے ثبوت فراہم کریں گے یہ بتا دیجئے؟ (آپ اسی بات کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ آئندہ آنے والے مہدی خود اپنے ثبوت مہدیت کے لئے قرآن کی زیر بحث آیات اور احادیث کے سوا اور کونسی آیات پیش کریں گے یا احادیث پیش کریں گے)

یہ سوال ایک چیالنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو لازماً ان ہی قرآنی آیات اور احادیث کو دہرانا پڑے گا جن سے ہم حضرت مہدی کی بعثت کا ثبوت دیتے ہیں۔

یہ بات کبھی نہ بھلائیے کہ مہدویت پر اعتراض کرنا قطعاً آسان نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح معنوں میں آنحضرت ﷺ پر سوچ سمجھ کر ایمان لاتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا کورس اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں تو مہدویت پر اعتراضات کی گنجائش ہی نہیں نکل سکتی۔ ورنہ خود اہل سنت والجماعت کے عقائد سے ناواقفیت کا لیبل لگ جائے گا!!!

غرض مہدوی بھائی، حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہی کی مسلمہ احادیث اور اکابرین اہل سنت کے اقوال پر انحصار کرتے ہیں اور ان ہی سے قران کریم

اور حضرت مہدی علیہ السلام کے قول، حال، اور عمل کی مطابقت دیکھتے ہیں ویسے ایمان لا لینے کے لئے تو چھوٹے سے چھوٹی بات بھی کافی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ حصہ میں ایمان ہو۔

جیسا کہ حضرت عمرؓ کو صرف ایک آیت قرآنی ایمان لا لینے کے لئے کافی ہوگئی اور ایمان نہ لانے والے پورے قرآن سے بھی متاثر نہیں ہو سکے!!!۔

لہٰذا آج مہدوی بھائی جن قرآنی آیات سے اور احادیث سے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ان کو رد کرکے یا قبول نہ کرکے آپ کل کس طرح ثبوت فراہم کریں گے؟

بہر حال یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے اور رہے گا کہ آپ جن (مہدی) کے منتظر ہیں ان کی بعثت کے تعلق سے آپ کے پاس ہماری بتائی ہوئی آیات اور احادیث کے سوا اور کونسی آیات اور کونسی احادیث موجود ہیں بتا دیجئے۔!!!؟

قرآن میں لفظ مہدی کا ذکر

معزز ناظرین کرام! اب یہ ناچیز بے علم و بے بضاعت فقیر اس بات کی کوشش کرے گا کہ مختصراً ہی سہی قرآن کریم کی آیات سے بعثتِ مہدیؑ کے اشارات کو واضح کرے اور احادیث سے اس کو مطابق کرے۔

اس اہم خدمت سے پہلے یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ بعثتِ مہدی کے تعلق سے ایک زود اثر (یعنی تیزی سے اثر کرنے والے) زہر کی طرح یہ سوال پھیلا جاتا رہا ہے کہ "قرآن میں مہدی کا ذکر کہاں ہے بتاؤ" آپ خود غور کر سکتے ہیں بلکہ یہ "زہر" خود آپ کے ذہن پر بھی سوالیہ انداز کے طور پر یا تشویش کے طور پر اُبھر سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی بھی وضاحت چند سطروں میں کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں لفظ "مہدی" کا ڈھونڈنا یا نام کے ساتھ مہدی کے ذکر کو ڈھونڈنا' ایک کم علمی و کم نظری کی بات ہے۔ مہدی کا لقب تو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے عطا ہوا ہے۔ کیا رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے عطا کیا ہوا لفظ آپ کے لئے کافی نہیں ہے یا قابل قبول و تسلیم نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی غور فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن کریم میں یعنی خدائی کلام میں کیوں کر شامل ہو سکتے ہیں۔ آپ خود غور کیجئے کہ آپ کا یہ سوال کس حد تک برحق یا صحیح ہے۔ یہ فقیر آپ کی بات کو یا آپ کے سوال کو اپنی جانب سے رد کرنا نہیں چاہتا۔

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے تواتراً فرمادیا ہے کہ مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا۔ والد اور والدہ کے نام کی صراحت کے ساتھ نسباً بھی محمد ﷺ سے تعلق ہونا ظاہر فرمادیا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے اشاروں کو متعین کرنے کے لئے ہی حضور ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تا کہ لوگوں کو شبہات سے بچنے میں آسانی ہو!!! اس لئے خصوصیت سے آنحضرت ﷺ نے قطعی امتیاز کے طور پر "مہدی" کا لقب بھی عطا فرمادیا۔ جو بذات خود تواتر میں شامل ہے اور سارا عالمِ اسلام اسی لقب "مہدی" سے جانتا ہے۔

دیگر اہم بات یہ ہے کہ جب قرآن میں مہدی کا ذکر ہی نہیں ہے تو پھر آپ جن (مہدی) کی آمد کے منتظر ہیں ان کا قرآن میں کہاں ذکر ہے یہ بتانا آپ کی ذمہ داری ہے یہ بات آپ خود سمجھ لیں ہم کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لازمی طور پر آپ کو ان ہی آیات اور اُن ہی احادیث کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ جس کو آج مہدوی بھائی پیش کرتے ہیں۔

اور یہ بھی اہم بات ہے کہ آج ہم جن آیات اور جن احادیث سے مہدیؑ کا ثبوت دیتے ہیں' اُن کو اگر آپ غلط کہتے ہیں یا قابل قبول تسلیم نہیں کرتے یا ان کا کوئی اور دوسرا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو کل آپ خود ان آیات اور احادیث کا استعمال کس بنیاد پر کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن کل جو تھا آج بھی وہی ہے اور کل بھی وہی رہے گا اور یہی حال احادیث کا بھی ہے۔ لہٰذا آپ کونسی آیات اور کونسی احادیث کو اپنی تائید میں پیش کر سکیں گے للہ انصاف سے غور فرمائیے!!

اس کے علاوہ ایک اور شوشہ بھی بڑی اہمیت سے چھوڑا جاتا ہے کہ مہدویوں کا کلمہ ایک علیحدہ ہی کلمہ ہے۔ یہ ایک ایسا شوشہ یا بہتان ہے جو عوام اور خاص کر ناواقف عوام کے ذہنوں میں تشویش پیدا کرتا ہے اور یہ سیدھے سادھے بھولے بھالے عوام کو صرف دھوکہ دینے کی بات ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

آپ خود جانتے ہیں اور پچھلے صفحات پر بھی یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ مہدوی بننے سے پہلے اہل سنت والجماعت کا کورس یا نصاب عقیدہ کے طور پر پورا کرنا لازم ہے اس کے بعد ہی مہدوی بن سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ روزانہ نماز عشاء کے بعد یا خصوصی اجتماع کے بعد مہدویہ میں تسبیح کا رواج ہے اور تسبیح یہ ہے کہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ الٰھنا محمد نبینا

القرآن والمھدی امامنا آمنا وصدقنا

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تسبیح کو مہدویہ کلمہ کا نام دے کر عوام کو کیوں دھوکا دیا جاتا ہے۔ اس تسبیح کا پہلا حصہ تو یقیناً محمدؐ کا کلمہ ہے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والے تمام دنیا کے مسلمان اس کلمہ طیبہ کو اپناتے ہیں اور مہدوی بھائی بھی اس کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ (یہاں دیگر کلموں کو درج کرنا ضروری نہیں ہے ہر مسلمان اہل سنت جانتا ہے) اس تسبیح کا دوسرا حصہ اللہ الٰھنا یعنی اللہ ہی ہمارا اللہ ہے پروردگار ہے اور محمد نبینا محمد ہمارے نبیؐ ہیں۔ اس میں حضرت محمدؐ کے نبی ہونے یعنی نبی آخر ہونے کا اقرار ہے۔ مہدوی بھائی درسا روزانہ اس بات کی یاددہانی کرتے ہیں کہ محمدؐ ہی نبیؐ ہیں اور مہدیؑ امامؑ ہیں اس صاف اور واضح عمل کے باوجود الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم مہدیؑ کو نبیؐ کہتے ہیں۔ غرض اس سبق (تسبیح) میں معترضین کو کیا اجنبیت معلوم ہو رہی

ہے سمجھ میں نہیں آسکا اب رہا اس تسبیح کا تیسرا حصہ **القرآن والمھدی امامنا آمنا وصدقنا** یعنی قرآن کریم اور مہدیؑ ہمارے امام ہیں اور **امنا وصدقنا** ہم ایمان لائے اور تصدیق کئے کا اظہار ہے۔

لہذا ان تمام الفاظ کو آپ مہدویوں کا کلمہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو مہدویوں کے عقیدے کا اظہار ہے۔ اپنے عقیدہ کے سبق کو یاد رکھنے اور ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے لئے مرشد محترم اپنے سامنے سب رخصت ہونے سے پہلے روزانہ اس کا اقرار کراتے ہیں۔

القرآن والمھدی امامنا میں یہ بات محفوظ ہے کہ ہم حضرت مہدیؑ کو نبی نہیں بلکہ امام آخرالزماں مانتے ہیں یہ تو عالم اسلام کا ہی عقیدہ ہے کہ مہدی نبی نہیں ہیں۔

تعجب ہوتا ہے کہ اعتراض کرنے کی دھن میں لوگ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ مہدویہ پر بہتان کیا باندھ رہے ہیں۔ **القرآن والمھدی امامنا** کا روزانہ بآواز بلند اقرار کرنے کے باوجود ناواقف عوام کو گمراہ کرنے یہ الزام لگاتے ہیں کہ مہدویوں کا کلمہ علیحدہ ہے اور مہدوی حضرت مہدی کو نبی مانتے ہیں۔ غور کیجئے کہ ہم امام مانتے ہیں تو بدظن ومخالف حضرات' لوگوں کو بھی بدظن کرنے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم اختتام نبوت کے قائل نہیں ہیں کہیئے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوسکتا ہے مہدوی بھائی **امنا وصدقنا** اس بات پر کہتے ہیں کہ ہم حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کو امام ہی مانتے ہیں نبی نہیں مانتے۔ اور یہ سبق روزانہ سونے سے پہلے یاد دلایا جاتا ہے اس کے باوجود یہ بہتان لگاتے ہیں کہ یہ مہدویہ کا کلمہ ہے اور عام مسلمانوں کے کلمے سے ہٹا ہوا ہے۔

الغرض مختصر یہ کہ مہدویوں کا کلمہ الگ ہے کہنا' سراسر بہتان اور الزام ہے جبکہ ہم مہدویت کا اقرار کروانے سے پہلے ہی اسلام میں داخل کرنے کے تمام مراحل طئے کروادیتے ہیں۔ اب یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ لوگ ہنوز اس غلط پروپگنڈہ کا شکار رہیں گے۔

قرآنی آیات کے واضح اشارے اور قرآن کریم کی قطعی پیشین گوئی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُہٗ ج فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (سورہ ھود آیت ۱۷)

(یعنی کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے پیچھے (اس کے رب کی طرف سے) قرآن گواہ ہو اور اس سے پہلے کی کتاب موسیٰ بھی جو اماماً ورحمۃ ہے اور یہ سب اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ان جتھوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی وعدہ گاہ جہنم کا ٹھکانہ ہے۔ پس (اے محمدؐ) اس کے متعلق شبہ میں مت رہ کیونکہ وہ تیرے رب کی طرف سے بیشک حق ہے ولیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے)

اس آیت مبارکہ پر کچھ گفتگو سے پہلے مختصراً یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں متعلقہ پوری پوری تفصیل بتا دی ہے۔ کوئی بھی بات باقی

نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اس آیت کی تشریح کے لئے کسی دوسری آیت یا حدیث کی ضرورت بھی باقی نہیں رکھی گئی۔ ہر بات اور ہر مرحلہ صاف صاف واضح بیان کر دیا گیا۔ اگر کسی مقام پر کچھ دشواری بھی محسوس ہو تو غور مکرر سے بالکل عیاں ہو جاتی ہے۔ گویا یہ آیت بذات خود ایک مکمل مضمون یا ایک مکمل باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر چیز واضح، صاف صاف بلاتشنہ ہے اور اس میں ہر شبہ کا ازالہ موجود ہے۔

عام طور پر ذہنی تحفظات کے تحت اس ایت کے لفظ ''من'' کو عام قرار دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بعض علماء ومفسرین بھی پیچھے نہیں رہے ہیں۔ یہ فقیر فی الوقت اُن کی نشاندھی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فقیر اس پر کافی گفتگو کر چکا ہے۔

اس آیت کے من کو بینہ پر سمجھ لینے کے باوجود خاص قرار دینے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غیر موزوں بلکہ خلاف عقل دلیل دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ تاکہ حضرت مہدی علیہ السلام کو تسلیم نہ کرنے کے تعلق سے اپنے ذہنی تحفظات کو خراب نہ ہونے دیا جائے۔

آپ حضرت مہدی علیہ السلام پر ایمان لائیں یا نہ لائیں اس من کو خاص اور بینہ پر ماننا لازم ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا!!! کیونکہ اس آیت کے ابتدائی الفاظ افمن کان علی بینہ من ربہ ہر ہر شک وشبہ کو دور کرنے بہت زیادہ کافی وشافی ہیں۔

جو ''من'' ''اپنے رب کی طرف سے ''بینہ'' پر ہو وہ عام من تو ہو ہی نہیں سکتا۔

خود ایک لفظ بینہ ہی منکر ومخالف کا منہ بند کر دینے کافی ہے چہ جائیکہ علی بینہ من ربہ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

آپ اسی سورہ ھود کا سرسری مطالعہ بھی فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ لفظ **بینة** دیگر انبیائے کرام کے لئے بھی استعمال ہوا ہے یہ فقیر یہاں سورہ ھود کے ہی چاروں مقامات آپ کی نظر میں لا رہا ہے۔ چنانچہ سورہ ھود کی آیت ۲۸ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) قال یٰقوم اَرَءَ یتم ان کنت علیٰ بینه من ربی و اٰتٰنی رحمةً من عندہٖ فعُمّیت علیکم ....الآیہ

(یعنی نوح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل (بیّنه) پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہے تو تم اس سے اندھے رہے آنکھیں بند کرلیں۔

اسی طرح آیت نمبر ۵۳ ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) قالوا یا ھود ما جِئتنا ببَیّنَةٍ وما نحن بتارکی الھتنا عَنْ قولک وما نحن لک بمؤمنینَ (آیت ۵۳ سورہ ھود)

یعنی بولے اے ھودؑ تم کوئی دلیل (بیّنه) لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی یوں ہی تمہارے کہنے سے اپنے خدا کو چھوڑنے کے نہیں .... اور نہ تمہاری بات پر ایمان لائیں گے۔

(۳) قال یقوم ارء یتم ان کنت علی بیّنه من ربی و اتنی منه رحمة

یعنی (حضرت صالحؑ نے کہا) اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے (بیّنه) روشن دلیل پر ہوں .... (سورہ ھود آیت ۶۳)

(۴) اسی طرح آیت ۸۸ میں لفظ **بیّنه** حضرت شعیب علیہ السلام کے لئے آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

قال یقوم ارء یتم ان کنت علی بیّنه من ربی ورزقنی منه رزقا حسنا (سورہ ھود آیت ۸۸)

یعنی (حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا) اے میری قوم بھلا بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے (بیّنه) ایک روشن دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی (سورہ ھود ۸۸)

ناظرین کرام!! آپ نے خود ملاحظہ فرمالیا کہ (قرآن کی اسی سورہ ھود میں) **افمن کان علی بینة من ربه** کے علاوہ چار انبیاء نے بھی اپنے "**بینه**" پر ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اس سے آپ کو کسی بھی ہستی کے بینه پر ہونے کا مفہوم بھی سمجھنے میں آسانی ہوگئی اسی ایک سورہ ھود میں "**افمن کان علی بیّنة من ربه**" کے ساتھ ہی مزید چار انبیاء علیہم السلام کے لئے اپنے رب کی طرف سے **بیّنه** پر ہونے کے ذکر سے بطور ثبوت اور وضاحت یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ "**افمن کان علی بیّنة من ربه**" کے مطابق "**بیّنه**" پر ہونے والی شخصیت بھی مبعوث من اللہ خصوصی اور وہبی ہستی ہے نہ کہ آپ کی اور ہماری طرح کوئی عام ہستی!!!

اس کے علاوہ یہ "مَن" مستقبل میں مبعوث ہونے والی ہستی کا اشارہ دے رہا ہے کیونکہ اس میں افمن کان علی بینة من ربه جو اپنے رب کی طرف سے "بینه" پر ہو فرمایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے چاروں نبیوں نے اپنے اپنے موقع میں دعویٰ فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف سے "**بیّنه**" پر ہوں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آیت ۱۷ کے "بینه" میں لازماً مستقبل کا اشارہ ہے۔ اور یہ "بینه" "مَن" کے رب کی طرف سے بینه پر ہوگا "علی بینه من ربه لہذا لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ "مَن" ماوشما کی طرح عام نہیں بلکہ مبعوث من اللہ، مامور من اللہ، خلیفة اللہ کی حیثیت کا "مَن" ہوگا جو بلاشبہ خاص بلکہ خاص الخاص ہے۔

اس گفتگو کا ایک اور اہم بلکہ مرکزی نکتہ یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے سورہ "انعام" کی آیت ۵۷ میں حکم خداوندی سے فرمایا۔

قل انی علی بینه من ربی و کذبتم به (سورہ انعام ۵۷)

یعنی (اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں اپنے رب کی طرف سے **بیّنہ** (روشن دلیل) پر ہوں اور تم اُسے جھٹلاتے ہو!!!)

اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ "**کہہ دو میں اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہوں** .... گویا اس مقام پر بھی صاحب بینہ نے خود اللہ کے حکم سے اپنے بینہ پر ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

لیکن سورہ ھود کی آیت ۱۷ میں کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہو۔ فرمایا گیا ہے اس فرق کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس بینہ کی بعثت مستقبل میں ہوگی۔ اس سے زیادہ اور کیا کھلا واضح اشارہ ملنا چاہئے غور کریں۔

اور ساتھ ہی افمن کان علی بینة من ربه میں "بینہ" کی شان بھی واضح ہو رہی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کی ہستی بھی صاحب بینہ ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ افمن کان کا یہ من بھی اسی طرح خاص ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء اور آنحضرت ﷺ کا بینہ خاص ہے!!!!

اور یہ بھی خود بخود نتیجہ برآمد ہوا کہ **آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان سوائے حضرت مہدی علیہ السلام کے کوئی بھی شخص "بینہ" پر ہو ہی نہیں سکتا۔** اس لئے خصوصیت سے اس بینہ کی تخصیص کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا......... انه خلیفة الله المهدی" اور یہ بھی خصوصیت سے فرمایا کہ

کیف تهلک امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها
ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منهم

(یعنی وہ "امت" کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور مہدی اس کے وسط (درمیان امت) میں ہوں گے اور عیسیٰ مسیح اس امت کے آخر میں ہوں گے۔

لیکن اس کے درمیان ایک کج رو جماعت (یعنی تیڑھے بینگے سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے لوگ ہوں گے) ان کا میرے سے کوئی تعلق نہیں اور میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہ حدیث سلسلہ کے اعتبار سے سلسلة الذهب کہلاتی ہے۔ (یعنی سونے کی زنجیر) اس حدیث سے سب سے پہلے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مہدی اور عیسیٰؑ کا زمانہ ایک نہ ہوگا جیسا کہ عام طور پر بلا سند و تحقیق زبانی پروپگنڈہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی صرف حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے گریز کا جواز پیدا کرنے کے لئے۔ یا دعویٰ مہدیت پر سے توجہ ہٹا دینے کے لئے۔ دوسری یہ بات بھی اہم ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان لوگ کج رو یعنی سیدھے راستے سے (صراط مستقیم) سے ہٹے ہوئے ہوں گے۔

اور آنحضرت ﷺ نے راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ان لوگوں سے اپنے آپ کو بالکل الگ فرمالیا ہے۔ اور یہاں تک فرما دیا ہے کہ "نہ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور نہ ہی میں ان سے ہوں"

تعجب پر تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اتنے سخت فرمان

کہ "(محمد مہدیؑ اور عیسیٰؑ) اس کے درمیان کج رو لوگ ہوں گے ان کا میرے سے کوئی تعلق نہیں اور میرا بھی ان سے کوئی تعلق" کے باوجود غور کرنے اور توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو اس فرمان سے بچنے کی فرصت!!!

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان اُن لوگوں کے تعلق سے ہے جو ہلاکت کو پہنچے ہوئے ہوں گے۔ اور ان کو بچانے کے لئے ایک مبعوث من اللہ' مامور من اللہ ہستی کی لازمی ضرورت رہے گی۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت مہدی کو ہلاکت سے بچانے والے کی حیثیت سے تعارف کروایا۔

غور طلب بات ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور صاحب کتاب (یعنی قرآن) ہیں۔

اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو خود نبی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کتاب (انجیل) ہیں تو اللہ کے دو صاحب کتاب نبیوں کے درمیان ہلاکت سے بچانے والی ہستی' غیر خلیفۃ اللہ' غیر مبعوث من اللہ یا ایک عام آدمی کی طرح غیر معصوم کس طرح ہوسکتی ہے۔ افمن کان علی بینه کے من کو عام من قرار دینے والوں کو لازماً ماننا پڑے گا اس آیت کی رو سے بیّنہ پر ہیں یعنی مہدیؑ مبعوث من اللہ' مامور من اللہ ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک میں خلیفۃ اللہ ہیں اور زبان قرآن میں "علی بینه من ربه" ہیں آمنا و صدقنا

لہٰذا نتیجہ کے طور پر یہ بات سامنے آئی کہ ان مبعوث من اللہ' مامور من اللہ' انبیاء اور خلیفہ کی بعثت کے درمیان کے زمانہ میں کج رو یعنی راستہ سے ہٹے ہوئے یا بھٹکے ہوئے لوگوں کا وجود عمل میں آئے گا اور ان لوگوں سے حضور اکرم ﷺ نے اپنے آپ

کو بالکل بے تعلق فرمالیا اور یہ ہلاکت کے قریب ہوں گے۔

گویا یہ مبعوث من اللہ ہستیوں کے درمیان ایک فصل' ایک وقفہ یا ایک خلیج ہوگی۔ اور یہ اس بات کا بھی قطعی ثبوت ہوگا کہ ہلاکت سے بچانے والی ہستیاں مہدی اور عیسیٰ ایک زمانہ میں نہ ہوں گے۔ لہذا یہ خیال کہ دو ہستیاں' مہدیؑ و عیسیٰ ایک ہی زمانہ میں ہلاکت سے بچانے کے ذمہ دار ہوں گے ہر طرح حرف غلط کی طرح باطل ثابت ہوگیا اور یہ خلاف عقل بھی ہے۔

ناظرین کرام! اس بے علم فقیر کی یہ گفتگو صرف یوں ہی نہیں ہے بلکہ اکابرین عالم اسلام نے بھی اس بات کا اظہار فرمادیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام سعد الدین تفتازانیؒ نے تو اپنی کتاب شرح مقاصد میں یہاں تک فرمادیا ہے کہ

"امام مہدی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح روایت نہیں کی گئی۔"

لیکن تعجب ہے کہ بڑی شدت سے مہدیؑ اور عیسیٰؑ کے ایک زمانہ میں ہونے کا عقیدہ مشہور کردیا گیا۔ جس کی کوئی حدیث صحیح سے تائید ہی نہیں ہے۔ اس لئے گمان گذرتا ہے کہ از روئے پیشین گوئی قرآن کریم (ولکن اکثر الناس لا یومنون) اکثریت چونکہ مہدی علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے گی اسی لئے یہ بے اصول عقیدہ اتنی ہی کثرت سے پھیلا دیا گیا تاکہ عوام کی کثرت تصدیق مہدی میں تامّل کرے اور تصدیق نہ کرنے والوں کے لئے کم از کم یہ بے اصول بات سہارا بنی رہے۔!!! اللّٰھم احفظنا!!

نہایت اہم بات یہ کہ جس حدیث مبارک پر یہ فقیر اس وقت گفتگو کر رہا ہے (یعنی کیف تھلک امتہ والی سلسلۃ الذہب کی حدیث) اس کی قرآن کریم سے ایک اور طرح بھی بہت زیادہ مطابقت مل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

(سورہ المائدہ ۵۴)

یعنی اے ایمان والو تم میں سے جو بھی اپنے دین سے ارتداد کرے یا منکر ہو جائے تو اللہ ایک ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہے۔ جو مومنوں کے حق میں نرم دل اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامات کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ واسع وعلیم ہے۔

غور فرمائیے کہ یہاں مخاطبت (یا ایھا الذین امنوا) یعنی اے ایمان والو سے کی گئی ہے جب قرآن ''اے ایمان والو'' سے تخاطب فرما رہا ہے تو صرف اُمّت محمدی جو قرآن پر ایمان رکھتی ہے یعنی مومنوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔

''اور جب یہ ایمان لانے والے اپنے دین سے پھر جائیں گے کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ یہ لوگ ایمان سے ہی پھر جائیں گے اگر خدانخواستہ ایسا ہونے والا ہوتا تو من یرتد منکم عن دینہ کی بجائے ''ایمان سے پھر جانے'' کے الفاظ

آئے ہوتے لیکن یہاں عن دینہ بیان فرمایا گیا ہے۔ لہذا اب من یرتد منکم میں ارتداد پر غور کرنا ضروری ہے کہ یہ انکار (ارتداد) کا حقیقی مطلب کیا ہو سکتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ حدیث جبرئیل میں دین کی تین منزلیں یا تین حالتیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) اسلام (۲) ایمان (۳) احسان۔ اب یہاں مومنوں کا ارتداد نہ اسلام سے مراد لیا جا سکتا ہے اور نہ ایمان سے۔ لہذا اب اس کی تیسری منزل یا تیسری حالت ''احسان'' ہی مراد لینا صحیح اور افضل و اعلیٰ ہے۔ یعنی عام مسلمان یا مومن دیدار الٰہی کے دین سے جب انحراف کریں گے یعنی دعوت الی اللہ علی البصیرۃ سے خالی ہو جائیں گے تو اللہ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو دوبارہ محبت خداوندی اور مومنوں کی کھوئی ہوئی صفت اعلیٰ (دین کی اعلیٰ منزل) دیدار الٰہی کی طلب اور جستجو بحال کریں گے

اس طرح معلوم ہوا کہ کیف تھلک امتی کی حدیث میں دو مبعوث من اللہ ہستیوں کے درمیاں یہی لوگ ہوں گے جو دیدار الٰہی کو دار دنیا میں محال قرار دیں گے۔ اور وقوع کے منکر ہوں گے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ان کے یعنی دو مبعوث من اللہ ہستیوں کے درمیان کج رو یعنی سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے لوگ مجھ سے ہیں اور نہ ہی میں اُن سے ہوں''

یہاں ایک اہم اور پر لطف نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ من یرتد منکم عن دینہ یعنی دین سے ارتداد باعث ہلاکت ہے یا نہیں؟ لہذا معلوم ہوا کہ دین کے درجۂ دیدار احسان سے انکار ہی ہلاکت کا باعث ہے اور اسی ہلاکت سے بچانے کے لئے حضرت

مہدی علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور یہی بات حدیث سے متبادر یعنی ظاہر ہے اور سورہ ھود کی آیت ۱۷ سے بھی مطابقت رکھتی ہے۔

للہ غور فرمائیے کہ کیف تھلک والی حدیث مکمل طور پر قرآن کی آیت سے مطابق ہوئی یا نہیں اور دونوں کا منشاء ایک ہی ہے یا نہیں **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** لہذا **عن دینہ** سے مراد دیدار الٰہی ہی لینا لازم ہوگا ورنہ بصورت ثانی عام مسلمانوں اور مومنوں میں ارتداد تسلیم کرنا پڑے گا جو کسی صورت صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسلام اور ایمان سے مسلمان قوم کبھی خالی ہوئی ہی نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے بعد سے آج تک نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ بلا انقطاع (بغیر فصل) کے جاری ہے۔ صرف دیدار الٰہی کے معاملہ میں بعد میں اختلاف پیدا ہوا اور نہ دیدار الٰہی پر اُمّت م کا اجماع تھا!!

اب بات صاف ہوگئی کہ حضرت محمد ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بتدریج "الصلوٰۃ معراج المومنین" سے دور اور دھیرے دھیرے "احسان" کی تعلیم یعنی دیدار الٰہی کی تعلیم ختم ہوتے گئی اور پھر دیدار الٰہی سے ہی انکار وجود میں آ گیا حتیٰ کہ بڑی مہارت کے ساتھ بہ شدت یہ غلط دلیل دی جاتی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی ہونے کے باوجود دیدار نہیں ہوا تو ہم کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے (اس کی بحث آگے آئی گی) اور یہی بات ودلیل امت کی اصلی ہلاکت کا سبب ہوئی۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت مبارک ہوئی اور آپؑ نے دوبارہ دیدار الٰہی (احسان) کی تعلیم کو باتباع حضور اکرم ﷺ مکمل تازہ فرمادیا۔ جس کا قرآن بھی ذکر فرماتا ہے کہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

(سورہ یوسف آیت ۱۰۸)

ترجمہ:۔ کہہ دوائے محمد یہ میرا طریقہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ شخص بھی بلاتا ہے جو میرا تابع (یعنی مہدی) ہے اور سبحان اللہ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

گویا آنحضرت ﷺ کی دعوت بصیرۃ کو من اتبعنی (اور جو میرا تابع مہدیؑ ہے) نے دوبارہ اسی معیار سے سبق کو دہرایا۔ اور امۃ کو من یرتد منکم عن دینہ سے احسان کی شاہراہ پر لالیا۔ المھدی وسطھا کا یہی مقصد یہی کام اور یہی فرض ہے، یہ عین حدیث کیف تھلک امۃ کی تائید قرآنی ہوگئی۔ اب مہدیؑ کے بعد دھیرے دھیرے "احسان کی تعلیم یا اس کا عملی پہلو ختم ہوتا جائے گا اور پھر امۃ ہلاکت کے قریب ہوجائے گی تو حضرت عیسیٰؑ تشریف لائیں گے اور ساتھ ہی کون صحیح محمدؐ تھے کون صحیح مہدیؑ تھے اس کی بھی بحیثیت مبعوث من اللہ (بحیثیت نبی لیکن شریعت محمد کے تابع) اس کی تصدیق فرمادیں گے۔ تاکہ یہود ونصاریٰ جو محمدؐ کے انتظار میں ہیں ان کی بھی آنکھیں کھول دیں۔ اللہ ہر ایک کا ایمان محفوظ رکھے آمین

غرض سمجھنے کی بات یہی ہے کہ سونے کی زنجیر کے سلسلہ کی حدیث کی تائید قرآن کی دو آیتوں سے بھی ہوگئی۔ لہذا معلم و محقق مکہ مکرمہ شیخ وصی اللہ عباس کے قول کے مطابق جب کسی مسئلہ میں قرآن حکیم اور احادیث ایک ہی رخ رکھتے ہیں تو اس میں اختلاف کا کسی کو حق نہیں ہے۔ لہذا اب اس معاملہ میں بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے الحمد للہ۔

اب رہا'' افمن کان علی بینة من ربه '' کے بعد 'یتلوہ شاھد منه ''
(اور قرآن اس کا گواہ ہو) کا حصہ تو اس حصہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین نے اس کے بنیادی پہلو پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ کیونکہ جب قرآن کریم سے کسی کے عمل کی یا قول کی گواہی مل جاتی ہے تو بلا شبہ وہ تعمیل وتسلیم وایمان کا باعث ہوتی ہے۔ اور خصوصاً جب'' علی بینة من ربه '' کی شان رکھنے والی ہستی کی گواہی قرآن کریم سے ثابت ہو یعنی حالاً قالاً وعملاً قرآن کے مطابق ہو تو بلا شبہ وبلا شک یہ خاص اور مبعوث من اللہ ہستی ہی ہوسکتی ہے کیونکہ اس حال سے اُس ہستی کا ازروئے قرآن معصوم عن الخطاء ہونا ازخود ثابت ہو جاتا ہے!! جس طرح کہ آنحضرت ﷺ بینہ پر تھے اور معصوم عن الخطاء تھے اور ان کے حال' قال اور عمل کی گواہی عین قرآن کریم کے مطابق رہی ہے۔ اسی طرح'' افمن کان علیٰ بینة من ربه '' کے مطابق ہستی (یعنی حضرت مہدیؑ) کے بھی حال قال اور عمل کی گواہی قرآن ہی سے ثابت ہوگی۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔

"اگر کوئی شخص بندہ سے کوئی بات نقل کرے تو اس نقل کو دیکھے اگر وہ کلام اللہ سے موافق ہے تو وہ نقل بندہ سے ہے۔ اگر کلام اللہ سے موافق نہ ہو تو وہ نقل بندہ سے نہیں ہے۔ سننے کے وقت ناقل کا دل حاضر نہ رہا ہوگا۔ جس کی وجہ سے سہو ہوگیا ہے''!!!!

(نقلیات میاں عبدالرشید معہ ترجمہ وتوضیحات)

اور زیادہ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب قرآن کریم شاہد ہے (یعنی قرآن کریم گواہ ہے) تو اس کے اولین تخاطب میں قرآن کریم کے ماننے والے اور رسول کریم پر

ایمان لانے والے شامل ہوں گے۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس آیت کا اگلا حصہ اس حصہ سے متعلق ہے۔ ویسے بھی ایک عام سمجھ کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی بھی غیر معصوم شخصیت اپنے حال' قال اور فعل کو قرآن سے مطابق کس طرح ثابت کرسکتی ہے۔ اس کے لئے تو مبعوث من اللہ ہستی جس کو اللہ کی طرف سے تائید حاصل ہو' ہی کرسکتی ہے۔

غرض'' قرآن شاہد'' کا مطلب یہی ہے کہ یہ شہادت'' قرآن کریم'' کے ماننے والوں کے لئے بطور فرض ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اللہ اور اللہ کے آخری رسولؐ اور اللہ کی آخری کتاب (قرآن) کے ماننے والے مسلمان حضرات ہی اس گواہی کو اولین درجہ میں پرکھیں گے ایمان لائیں گے۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کو ماننے والے حضرات (مسلمانوں) کو ہی اولین درجہ میں دین کی اعلیٰ ترین منزل'' احسان'' یعنی دیدار کی تعلیم دینے محمد ﷺ کی خصوصی تعلیمات کا سبق دوبارہ پڑھانے' حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت ہوگی۔ اسی لئے خصوصاً یتلوہ شاھد منه فرمایا گیا ہے۔ اور اس گواہی کی تائید قرآن سے پہلے کی کتابوں سے بھی موافق ومطابق ہوگی۔ کیونکہ قرآن کریم ان ساری کتابوں کی تعلیمات اپنے میں سموئے ہوئے ہے۔

یہاں مختصراً یہ واضح کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ صاحب تفہیم القرآن نے طویل عرصہ تک بحث ومباحثہ کے بعد'' ویتلوہ شاھد منه '' سے مراد قرآن ہی لی اور'' من'' کو خاص ہی تسلیم کیا۔ لیکن خدا ہی جانے کیا بات تھی کہ'' من '' سے مراد'' مھدی '' لینے سے گریز کیا۔ اور'' من '' سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک مراد لی (دیگر مفسرین میں اکثر نے بھی اس'' من '' کے تعین میں تساہل فرمایا اگر پوری آیت کے

مضمون کونظر میں رکھا جاتا تو یقیناً رائے میں تبدیلی آ جاتی !!!) غرض اس ''مـــن'' سے آنحضرت ﷺ کی ذات مراد لینا بھی کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ اس آیت کے اگلے حصہ سے خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے ویسے بھی جب آنحضرت ﷺ کا نام قرآن کریم میں خصوصیت سے استعمال ہوا ہے اور ایک سورہ کا نام بھی ''محمد'' ہے تو پھر اس آیت میں اشارۃً تذکرہ کوئی سبب نہیں رکھتا۔ اس پر مزید گفتگو آگے آ رہی ہے۔

غرض اس گفتگو سے اولئک یومنون بہ کا سمجھنا آسان ہو گیا کہ قرآن کریم کی گواہی جس کسی نے بھی سمجھ لی۔ مان لی اس کا شمار اولئک یومنون بہ (اور وہ سب اس پر ایمان لاتے ہیں) یعنی ایمان لا لینے والوں میں ہو جائے گا۔ یہ تو بشارت ہوگئی اور انعام دیا جارہا ہے۔ اب نہ ماننے والوں کے لئے بھی ساتھ ہی ساتھ یہ واضح فرمادیا گیا کہ

'' ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ''

(اور جو بھی (ان جتھوں یا جماعتوں یا فرقوں) گروہوں میں سے کفر کرے گا۔ اس کی وعدہ گاہ جہنم کا ٹھکانہ ہے۔) **یہ قرآن کا فرمان ہے۔ یہ اپنی طرف سے گھڑ نہیں لیا گیا ہے۔ لہذا اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔** ذرا غور فرمایئے کہ افمن کان کا ''من'' خاص نہ ہو یا بینہ پر نہ ہو تو یہ کفر کا حکم کس طرح لاگو ہوسکتا ہے۔ یہ کفر کا حکم ازروئے قرآن خود بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ مـــن خاص ہے' جو معمور من اللہ اور مبعوث من اللہ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اتنی وضاحت کے ساتھ حکم کے بعد خصوصی طور پر آنحضرت ﷺ کو یہ خصوصی ہدایت فرمائی کہ آپ اس ''مـــن'' کی بعثت کے تعلق سے ہرگز شبہ میں نہ رہیں وہ بے شک اللہ کی طرف سے حق ہے !!!

فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک

(یعنی پس تو اس من (جو بینہ پر ہے یعنی مہدی) کے تعلق سے شبہ میں مت رہ بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے!!)

آیت کے اس حصہ سے بہت ساری باتیں واضح ہو جاتی ہیں ان کو ذرا توجہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پہلی بات یہ کہ اس ''مـــن'' کی بعثت کے تعلق سے شبہ کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ آخری نبیؐ تھے اور اللہ کی طرف سے بینہ پر تھے۔ یہ تخاطب بظاہر تو حضور اکرم ﷺ سے ہے لیکن اس آیت کا تخاطب خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کو ماننے والوں سے ہی ہے اور حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اہمیت کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ جب نبیؐ کو مخاطب کر کے کوئی بات خصوصیت کے ساتھ کہی جاتی ہے تو صرف سربراہ امت ہی نہیں ساری قوم خصوصیت سے تخاطب میں شامل ہوتی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ آپ اس بینہ پر ہونے والے ''من'' کے تعلق سے شبہ میں نہ رہیں۔ یہ بے شک تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ '' فلا تک فی مریۃ منہ ''
(آپ اس مـــن کے تعلق سے شبہ میں نہ رہیں) کہہ دینا بہت کافی تھا جب کہ صاف صاف کہا جارہا ہے کہ آپ اس من کے تعلق سے شبہ میں نہ رہیں

لیکن اس کے باوجود دوبارہ خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ '' انہ الحق من ربک (بے شک اس من (مہدی کی بعثت) تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ یعنی یقیناً اس کی بعثت ہوگی۔

اب یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ جو خود اللہ کی طرف سے

بیّنہ پر ہیں۔ان کے بعد ایک اور ''بیّنہ'' کی بعثت باعث تشویش یا باعثِ فکر یا باعث غور وشبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یقیناً اس میں شبہ کی گنجائش ہے اور زیادہ شبہ کی گنجائش ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کو اللہ کی طرف سے پھر دوبارہ یہ اشارہ دیا گیا کہ ''بے شک (یقینی طور پر) وہ (من) مہدی تیرے رب کی طرف سے الحق ہے۔

اس موقع کے لحاظ سے یہ وضاحت بھی ضروری ہے (جیسا کہ پچھلی سطروں میں ذکر کیا گیا ہے) کہ صاحب تفہیم القرآن نے ''افمن کان علیٰ بینة من ربه'' کے من کو خاص تو مان لیا لیکن اس ''من'' سے مراد خود آنحضرت ﷺ کی ذات مراد لے لی۔!!!

لیکن اس نکتہ پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ خود آنحضرت ﷺ سے فرما رہا ہے کہ

''آپ اس (من)' جو آپ کے رب کی طرف سے بینہ پر ہے کی بعثت کے تعلق سے شبہ میں نہ رہیں''

اور پھر تاکید مزید کے طور پر اللہ فرما رہا ہے کہ

بے شک وہ (من) تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔

ایسی صورت میں غور فرمایئے کہ اللہ کی مخاطبت تو رسول اکرم ﷺ سے ہی ہے۔

یعنی رسول اکرم ﷺ کو ہی راست مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تو اس من کے تعلق سے شبہ میں مت رہ۔ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ تو پھر اس ''من'' سے مراد خود آنحضرت ﷺ کس طرح لئے جا سکتے ہیں۔

یہاں ایک اہم نکتہ بھی نظر میں رہے کہ جب خود آنحضرت ﷺ کو شبہ سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو آنحضرت ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں۔

اور اپنی امت سے بھی انتہائی محبت ورحمت رکھتے ہیں۔تو اُمّت کو بھی اس شبہ سے دور رکھنے کی کوشش فرمائیں گے کہ نہیں؟ لازماً اپنی امت کو بھی شبہ سے دور رکھنے کے لئے خاص طور پر اس ''من'' کی تخصیص کے لئے ''مہدی'' کا لقب عطا فرمایا اور اُمّت کو کہہ دیا کہ ''**ثم یجی خلیفة الله المهدی فاذا سمعتم به فاتوه وفبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی** (یعنی پھر اللہ کا خلیفہ آئے گا (مہدی) پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو اگرچہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ بے شک وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔

ناظرین کرام! اگر لمحہ بھر بھی اس حدیث مبارک پر توجہ دیں تو حسب ذیل تین باتیں خود بخود سامنے آ جائیں گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

(۱) ثم یجی خلیفة الله المهدی (پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا)

(۲) فاذا سمعتم به فاتوه وفبایعوه (تم جب اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو)

(۳) فانه خلیفة الله المهدی (بے شک وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے)

توجہ فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی محبت سے اُمّت کو شبہ سے بچانے کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کی کیفیت بیان کر دینے کے بعد دوبارہ قطعیت کے ساتھ توجہ دلائی کہ ''انه خلیفة المهدی'' (بے شک وہ اللہ کا

خلیفہ مہدی ہے)

اس قطعیت کے ساتھ آمد مہدی کی کیفیت دینے کا مقصد سوائے امت کو ہلاکت سے اور شبہ سے بچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

لہذا اب آپ قرآن کریم کے الفاظ دوبارہ نظر میں لائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربک (یعنی اے محمدؐ تم اس بعثت من (مہدی) کے بارے میں شبہ مت کرو بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''انه الحق من ربک''

ترجمہ:۔ بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں '' انه خلیفة الله المهدی''

ترجمہ: بے شک وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

اب خدا کو گواہ رکھتے ہوئے اور رسول اکرمؐ کو گواہ رکھتے ہوئے فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ فرمان خداوندی کی اس سے زیادہ اور کس طرح وضاحت فرما سکتے تھے اور آپ کو '' فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربک سے واقف کر سکتے تھے۔ اور ہلاکت سے بچانے کا بندوبست کر سکتے تھے!! کیا اس سے زیادہ اُمّت کی محبت میں خیر خواہی ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم نے '' انه الحق من ربک '' فرمایا، تو آنحضرت ﷺ نے انہ الحق بے شک وہ حق ہے کی توضیح فرماتے ہوئے '' مہدی'' کا لقب عطا فرما کر انه خلیفة الله المهدی فرمایا کہ بے شک وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

ہر کوئی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے قرآن کریم اور حدیث مبارک میں کس درجہ مطابقت پائی جا رہی ہے اور کس احسن طریقہ سے شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا جا رہا ہے۔ اور ہلاکت سے بچنے کا اشارہ دیا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ

اب یہ بھی ایک منٹ دیکھ لیجئے کہ قرآن کریم اور حدیث مبارک کا رخ ایک ہی ہے یا نہیں؟ اس سے زیادہ آپ کو اور کیا یکسانیت و یک رُخی چاہئے۔ لہذا اس سلسلہ میں اب کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں ہے جیسا کہ محقق و معلم مسجد الحرام مکہ مکرمہ شیخ وصی اللہ عباس نے ارشاد فرمایا ہے کہ

'' کسی مسئلہ میں قرآن حکیم اور احادیث ایک ہی رخ رکھتے ہیں تو اس میں اختلاف کا کسی کو حق نہیں ہے''!!

غرض مختصر یہ کہ '' من'' سے مراد ذات مہدی نہ لے کر (آنحضرتؐ مراد لے کر) کس قدر تعجب خیز نتیجہ نکالا گیا ہے آپ اللہ غور فرمائیں۔ اب پھر یہاں یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ احتیاط اور پیش بندی نے اپنا کام کیا۔ صرف من کو خاص ماننے اور '' ذات مہدی'' مراد لینے سے بچنے کے لئے اتنا سارا بوجھ سر پر لیا گیا جب کہ کلام پاک کی تفسیر کی جا رہی ہو۔

یہ خیال بھی صرف خیال نہیں ہے۔ کیونکہ خصوصی طور پر یہ پروپگنڈہ کیا جاتا رہا ہے کہ حج کے موقع پر جو آیت نازل ہوئی یعنی آیت الیوم اکملت لکم دینکم کے تحت حج کے موقع ہی پر دین تو مکمل ہو گیا اور آنحضرت ﷺ نے دین پہونچا دیا۔ پھر اب '' بیّنہ'' پر ہستی کی آمد بے ضرورت ہو گئی کیونکہ کیا دین کچھ باقی رہ گیا تھا یا آنحضرت ﷺ نے مکمل دین نہیں پہنچایا تھا؟ لہذا آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسی ہستی منجانب اللہ مبعوث ہونے والی ہی نہیں ہے کہ جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔

لہذا اس خیال خام کو برقرار رکھنے کے لئے افمن کان علی بینة من ربه کے من کو خاص تو مان لیا گیا لیکن اس سے مراد خود آنحضرت ﷺ کی ذات قرار دے لی گئی لیکن فلاتک فی مریة منه (اے محمدؐ تو اس من کے تعلق سے شبہ میں مت رہ) اور ساتھ ہی انه الحق من ربک (بے شک وہ (من) تیرے رب کی طرف سے حق ہے) کے الفاظ سے افمن کان علی بینة من ربه کے ''من'' کو عام قرار دینے یا ''من'' سے خود آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک قرار دینے کا یہ خیال غلط اور بالکل غلط قرار پاتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا۔

قرآن کریم کی عظیم پیشین گوئی

اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون (اور لیکن اکثر لوگ اس من پر ایمان نہیں لائیں گے) یہ قرآن کریم کی جانب سے ایک اہم اور عظیم پیشین گوئی ہے لہذا اس آیت کا یہ آخری حصہ بہت ہی اہم اور بہت زیادہ غور طلب ہے۔ اگر چہ کہ یہ سیدھی سادی اور آسان عبارت ہے لیکن اس میں بہت ساری باتیں سمجھنے کی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔) سے ظاہر ہوتا ہے کہ افمن کان علیٰ بینة من ربه کے من پر ایمان لانا فرض ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اس کا یہ مطلب ہوا کہ ایمان لانا فرض ہے مگر ایمان نہیں لائیں گے انکار کریں گے۔

لہذا ثابت ہوا کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون میں جو اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے (ان پر لا یومنون کا اطلاق ہو جائے گا) یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے دنیا کا ہر مسلمان اس کو پڑھ سکتا ہے، غور کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ یہ ہماری طرف سے گھڑی ہوئی بات نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اس موقع پر یعنی اسی آیت میں دوبارہ کفر کا تذکرہ اس لئے بھی نہیں کیا گیا کہ آیت کے درمیانی حصہ میں ''ومن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده'' کی عبارت میں کفر کا صاف اطلاق فرما دیا گیا ہے۔

لہذا اب دوبارہ کفر کا تذکرہ کرنے کے بجائے ولکن اکثر الناس لا یومنون فرمادیا گیا۔ جس سے خود کفر ظاہر ہوتا ہے۔ (یہ ساری باتیں خود قرآن میں موجود ہیں یہ بے علم و حقیر فقیر صرف نشاندہی کر رہا ہے اور آپ کی نظر میں لا رہا ہے!!!)

یہاں ایک اور نازک نکتہ پر غور فرمایئے کہ ولکن اکثر الناس لایومنون کی عبارت سے بھی یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ افمن کان علی بینة من ربہ کے من (پر ایمان لانا ازروئے قرآن فرض ہے) اور ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اس من سے آنحضرت ﷺ کی ذات مراد لینا یا حضرت مہدیؑ کے سوا کوئی اور شخصیت مراد لینا بالکل قرآن فہمی کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے لئے تو ''سورہ نصر'' میں خاص طور پر فرمادیا گیا کہ

اذا جآء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا لہذا **یدخلون فی دین اللہ افواجا** سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے یا اسلام قبول کرنے والے تو فوج در فوج ' پرے کے پرے ' جتھے کے جتھے ' جماعتوں کی جماعتیں ہیں۔ ایسی صورت میں **ولکن اکثر الناس لا یومنون** اکثر لوگ اس ''من'' پر ایمان نہ لائیں گے'' کی بات خود آنحضرت ﷺ پر کس طرح منطبق ہوسکتی ہے۔؟ اور خود آنحصرت ﷺ کو مخاطب کرکے خاص طور پر کس طرح کہی جاسکتی ہے؟!!!

لہذا سورۂ نصر کی آیت یدخلون فی دین اللہ افواجا سے ثابت ہوا کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے) سے جو مطلب لیا جارہا ہے اور من سے آنحضرت ﷺ جو مراد لی جارہی ہے وہ بالکل غلط ہے اور غیر مطابق ہے۔ اور مفہوم قرآنی سے بعید ہے اور کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتی!!

ولکن اکثر الناس لا یومنون کا تعلق تو صرف حضرت مہدی علیہ السلام سے ہی ہوسکتا ہے اور خواہ وہ مہدی جو یقیناً آچکے ہیں یا آپ جن کا انتظار کررہے ہیں۔ کیونکہ خود زیر بحث قرآنی آیت سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی کے تعلق سے شبہات کا بہت زیادہ امکان ہے حتیٰ کہ خود آنحضرت ﷺ کو بھی شک وشبہ سے دور رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ایسی صورت میں عوام کا ذکر ہی کیا ہے وہ تو نئی نئی تاویلات ' نئے نئے شبہات اور نئے نئے غلط وجوہات اور غلط ترغیبات سے متاثر ہوکر مہدی کی تصدیق سے دور ہی رہیں گے اور خصوصی ذہن رکھنے والے علماء برابر اپنا کام کرتے رہیں گے اور عوام کو ورغلاتے رہیں گے' بہکاتے رہیں گے۔ لیکن خواص کا بھی متاثر ہونا شک وشبہ میں مبتلا رہنا عین ممکن ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ خود آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں صحابۂ کرامؓ کو شبہات نے گھیر لیا۔ اور صحابۂ کرام نے اپنے شبہات کو خود آنحضرت ﷺ کے حضور ذکر فرمایا۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے شبہات کا شافی وکافی ازالہ فرمایا۔

چنانچہ حدیث مبارک ہے جس کو حضرت امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ثانی میں بیان فرمایا ہے کہ (دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔ اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ ایسا کیوں کر ہو سکے گا۔ جبکہ آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب و مقام کی وجہ انبیاء ان سے رشک کریں گے اور وہ سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے!!!

(یہ حدیث دیگر کتابوں میں بھی باختلاف الفاظ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً سنن ابوداؤد' زبدۃ الحقائق' اشعۃ اللمعات' معارف الحدیث وغیرہ)

خدا کی کرنی دیکھئے کہ اس حدیث کو بھی قرآن سے تائید حاصل ہوگئی یعنی افمن کان علی بینۃ من ربہ والی آیت سے اس حدیث کی تائید ہوگئی۔

قرآن کی اس آیت میں نہ صرف شبہ سے دور رہنے کی بات کی تائید ہورہی ہے بلکہ "مــــن" مہدیؑ کی قوم کی آمد کی اطلاع (پیشین گوئی) ثابت ہورہی ہے۔ اور آج بھی آپ قرآن کریم کی پیشین گوئی کی حقانیت دیکھ سکتے ہیں۔ اب مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا تو رہا ایک طرف جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور ایمان

لانے والے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں ان کو بھی طرح طرح ایمان سے محروم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

زیادہ غور طلب اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت یٰـٓا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (یعنی اے ایمان والو اگر تم میں سے کوئی اس کے دین سے ارتداد کرے تو اللہ ایک ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ اس قوم سے محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی) عین مطابق ہوگئی۔ اس آیت میں قوم مہدیؑ کا موقف صاف صاف سامنے آ گیا اور پھر حدیث شریف کے الفاظ "وہ سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے" کے الفاظ کس طرح یحبھم ویحبونہ سے صد فی صد مطابق ہورہے ہیں بار بار دیکھ لیجئے۔ تا کہ کوئی شبہ نہ رہے ان سب باتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے یہ بھی زندہ حقیقت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیجئے کہ قرآن کریم کی پیشین گوئی

انہ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یومنون (بے شک "من" مہدی تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے)

آج کس طرح حق ثابت ہورہی ہے۔ خود ایمان لانا تو رہا ایک طرف ایمان لالینے والوں کے خلاف بھی مسلسل محاذ قائم ہے اور شاہراہِ ایمان سے ہٹانے کی ہر کوشش بروئے کار لائی جارہی ہے۔

ناظرین کرام! قرآن کریم کی اس پیشین گوئی میں ایک اور نایاب بات یہ ہے کہ قرآن میں جس طرح افمن کان علی بینہ میں "من" کی نشاندھی اور ربط عبارت کے ساتھ یہ پیشین گوئی آئی ہے۔ یعنی پوری پوری طرح واضح طور پر "من" کو بینہ پر بتاتے

ہوئے قران کی گواہی ظاہر کرتے ہوئے ایمان لانے والوں کو ایمان کی بشارت دیتے ہوئے اور انکار پر حکم صادر فرماتے ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو خود شبہ سے بچنے کی ہدایت دیتے ہوئے توجہ دلاتے ہوئے اور آیت کے آخری حصہ میں نتیجہ کے طور پر قطعی پیشین گوئی سامنے لا دی گئی کہ ”اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے“ قرآن میں اور کسی بھی مقام پر ایسی کوئی آیت نہیں ہے۔ یہ خود مہدی علیہ السلام کی بعثت کا خصوصی اور انفرادی موقف ہے جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ بھی قرآن کریم کا اعجاز ہے امنا و صدقنا

ناظرین کرام! آج اللہ کے فضل سے قرآن کریم اپنی اصلی حالت میں مکمل ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس آیت (ھود ۱۷) میں مـن کی مثال بھی سامنے ہے۔ اور قرآن پڑھنے والوں کا اپنا اپنا موقف بھی پوری پوری طرح واضح ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ ”افمـن کان علی بینة من ربه کے من کو خاص مانا تو رہا ایک طرف من کـان عـلـی بینة من ربه کے من پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے کا پرچار فرمایا جا رہا ہے۔ قرآن موجود ہے احادیث موجود ہیں آپ کا اور ہمارا موقف بھی سامنے ہے اب آپ خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ ہمارا یا آپ کا شمار کس زمرہ میں ہوسکتا ہے۔ اس میں کسی سے بحث یا مباحثے کی یا سوال و جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ میں صحیح تو صحیح کہنے کی گنجائش۔ اپنا اپنا ضمیر خود فیصلہ کر دیتا ہے صرف ضمیر کی آواز پر بلا خوف و تردد عمل کی ضرورت ہے!!!! اللہ نیک توفیق دے اللھم احفظنا

ناظرین کرام! اس فقیر کا اب تک کا یہ موقف اچھی طرح واضح ہوجانے کے بعد ایک ضروری بات ذہن میں رکھنے کی یہ کہ ہم نے قرآن کی آیات اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے اتباع میں ہی حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی' ایمان لائے اور ہم کو ہمارے ایمان لانے کا پھل بھی صحیح اور بہترین کامل حاصل ہوا۔

اس میں ہماری نیک نیتی اور احتیاط کا بھی بڑا دخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو حکم صادر فرمایا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ سے جو احادیث آئی ہیں ان میں صریح مطابقت کے علاوہ خود حضرت مہدی علیہ السلام کا وہی کردار' مبعوث من اللہ ہونے کا کردار اور مامور من اللہ ہونے کا وصف پوری پوری طرح ہماری نظروں میں آ گیا۔ اور ہم کو پورا پورا یقین ہو گیا کہ یہی مہدی موعودؑ ہیں ان کے علاوہ اور کوئی ہستی یہ کردار پیش نہیں کرسکتی۔ اور نہ موجودہ زمانہ اور موجودہ زمانہ کی رفتار اب ایسے مواقع پیدا کرسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی نظیر بھی اب دنیا میں کوئی بھی پیش نہیں کرسکتا حتیٰ کہ قیامت واقع ہوجائے۔ اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے جس طرح معصوم عن الخطاء' مامور من اللہ' اور مبعوث من اللہ اور خلیفۃ اللہ ہونے کا قدم بہ قدم ثبوت دیا اور دنیا والوں کے ہر شک و شبہ کو رفع فرمایا۔ قیامت تک کوئی بھی دعویدارِ خاتم ولایت محمدیہ (مہدی) ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرسکتا اور اسی معیار سے حضرت محمد ﷺ کے اتباع کا کامل ثبوت بھی پیش نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی حضرت مہدی علیہ السلام کے صحابائے کرامؓ کی طرح کوئی جماعت اپنے آپ کو پیش کرسکتی ہے!!

دیدار کی بحث

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

(سورہ یوسف آیت ۱۰۸)

ترجمہ:۔ کہدو اے محمد یہ میرا طریقہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ شخص بھی بلاتا ہے جو میرا تابع (یعنی مہدی) ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں آپ نے مہدویت کا مختصر ترین تعارف ملاحظہ فرمالیا اب اس کی بنیاد یعنی قرب الٰہی' دیدار الٰہی کا موقف بھی ملاحظہ فرمالیں تا کہ مہدویوں کے حقیقی سنت والجماعت ہونے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا بھی کچھ کچھ اندازہ ہوجائے اور آپ کے ذہنوں میں جو جو شبہات ابھرتے ہوں ان کا ازالہ بھی ہوجائے۔

آپ جانتے ہیں کہ ''دیدار الٰہی'' کے سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کے بعد سے ہی مباحث شروع ہوچکے تھے۔ اور ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ کا موقف بھی واضح تھا۔ کیونکہ آیت **لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار** پیش نظر تھی۔ اور اس کے معنی ومفہوم پر جو اختلاف ہوا تھا وہ کسی بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی مفسرین واجماع سے ثابت ہے کہ ''ادراک'' کا مفہوم ''احاطہ''

سے لیا گیا ہے۔ اس طرح ''**لا تدرکه الابصار** '' کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور متقدمین کے پاس یہ بحث پہلے بہت ہوچکی ہے۔ لہذا اس پر یہاں گفتگو کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ صرف اتنا واضح کردینا ضروری ہے کہ ''ادراک'' اور ''ابصار'' کے فرق کو پوری طرح سمجھے بغیر یہ بحث سمجھ میں نہیں آسکتی۔

اس سلسلہ کی دوسری اہم بحث یہ کی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب پیغمبر کو ہی جب '' لن ترانی '' (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا..........) فرمادیا تو پھر ہم کو دیدار کس طرح ہوسکے گا۔ یہ سوال اتنی آسانی سے پھیلا دیا گیا کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہ فقیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار پر تو آگے کے صفحات پر مستقل گفتگو کرے گا۔

لیکن یہاں یہ حقیر و بے علم فقیر بھی ایسا ہی زود فہم (جلدی سمجھ میں آجانے والا) طریقہ اختیار کرے گا جس طرح کہ آسانی کے ساتھ دیدار الٰہی محال ہونا پھیلا دیا گیا ہے۔

آپ دیدار الٰہی کی ان تمام بحثوں کو فی الحال ایک طرف رکھ دیں۔ اور کلمہ شہادت یعنی **اشھد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشھد ان محمد عبده ورسوله** (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد عبداللہ (اللہ کے بندہ ہیں اور اس کے رسول ہیں)

اب آپ غور فرمایئے کہ آپ کی یہ گواہی شرعی لحاظ سے کس قسم کی گواہی ہے کیا آپ کی گواہی عینی شہادت' یعنی آنکھوں دیکھی گواہی ہے؟ یا سماعی شہادت یعنی سنی سنائی شہادت ہے؟ یا پھر قیاسی شہادت یعنی حالات پر سے اندازاً شہادت ہے۔ آخر آپ کی شہادت کس درجہ کی ہے؟

خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آپ اس دنیا میں دیدار کے قائل ہی نہیں ہیں!!!
لہذا آپ کو آنکھوں دیکھی گواہی کے قابل بننا لازم ہے' فرض ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش بھی بدرجۂ کمال ہوگی اور عقیدۂ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے ماننا پڑے گا اور ''الصلوٰۃ معراج المومنین ''فرمانِ رسول اکرم ﷺ پر یقین کامل رکھنا ہوگا۔ اسی صورت میں ''طلب دیدار خدا'' کا پورا ہونا اور فضل خداوندی ممکن اور عین ممکن ہے انشاء اللہ۔ اور یہی تعلیم حضور اکرم ﷺ کی جانب سے اور انؑ کے اتباع کامل میں حضرت مہدی علیہ السلام سے یہاں تک پہنچی ہے۔

اب بتایئے کہ بحالت نماز بھی آپ کی گواہی کیا یوں ہی صرف زبانی جمع خرچ ہی ہے یا اس کی کوئی اصلیت بھی ہے۔ کیوں کہ دوران نماز بحضور خداوندی بھی خصوصیت سے یہ گواہی دی جارہی ہے۔

(یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ دوران نماز کی گواہی میں خصوصیت سے ''لا شریک لہ ''نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ آپ جس منزل میں بحالت نماز ہیں اس میں شرک کا انکار تو کیا شرک کے لفظ سے بھی گریز سکھایا گیا ہے۔ کیونکہ آپ جس مقام پر ہیں وہاں شرک کا تصور یا خیال بھی نہیں لایا جاسکتا۔

سب سے پہلے آپ معراجِ آنحضرت ﷺ کو پوری طرح سمجھ جایئے اس کے بعد آپ الصلوٰۃ معراج المومنین کی بشارت کو ذہن میں رکھیئے اور یہ خصوصیت سے خیال رکھیئے کہ نماز

میں جو ''التحیات'' پڑھی جاتی ہے وہ کیا ہے اس کے معنی کیا ہیں اور اس کا موقف کیا ہے۔ اور آپ یہ مت بھولئے کہ آپ حالت نماز میں ہیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ آپ حضور خداوندی میں ہیں اور گواہی دے رہے ہیں کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

اور یہ سب کیوں ہے فی الحال یہ کم علم وکم نظر حقیر فقیر اس پر گفتگو نہیں کرسکتا۔ مجبوری لاحق ہے۔

بہر حال اس مختصر سی گفتگو سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہر نماز کے دوران بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندہ ہیں اور اللہ کے رسول ہیں۔ امنا و صدقنا

برادران عزیز! اور اسی زبانی شہادت کو ہم صرف زبانی نہیں بلکہ حقیقی معنی میں عینی شہادت دینے کی خاطر حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام جو تابع محمد رسول اللہ ہیں اور بلا خطا نقش قدم پر چلتے ہیں اور اسی معیار سے تعلیم دیدار دیتے ہیں۔ (انا و من اتبعنی) کی تصدیق کی ہے۔ ایمان لائے ہیں۔ ہمارے اور عام طور پر ''سنی'' کہلائے جانے والے حضرات میں صرف یہی امتیاز ہے اور جو کچھ ہے صرف اسی کے اثرات ہیں۔

غرض مختصر اور نکتہ کی بات یہی ہے کہ اگر ان حضرات کو صرف عینی شہادت کس کو کہتے ہیں' کلمۂ شہادت میں اس گواہی کا اقرار کیوں کرتے ہیں اس کا حقیقی علم ہو جاتا تو دیدار خدا' اس دنیا میں ہونا جائز ہے اور ممکن ہے سمجھ میں آ جاتا۔ اور الصلوٰۃ معراج المومنین کی بشارت بھی سمجھ میں آ جاتی تو فوری طور پر بلا تاخیر جی جان سے کوشش کرتے ہوئے نظر آتے کہ خود کو بھی عینی شاہدین میں شامل کر لیں۔ ایمان لائیں اور تصدیق کر لیں۔ اور عینی شاہدین کی طرح خود بھی عینی شہادت دینے کی فکر کرتے بلکہ عینی شہادت دینے کے قابل مرتبہ حاصل کر لیتے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اہم دینی فکر اور جستجو تو گئی ایک طرف اب صرف عینی شہادت کی جستجو میں مصروف رہنے والوں کو ان کے عظیم راستہ سے ہٹانے کی فکر و جستجو میں مصروف ہیں۔ تو یہ کونسا انصاف کونسا دین اور کونسا نیک کام ہے؟!!!

غرض اس موقع پر خود بخود یہ بات ہر کسی صاحب سمجھ کی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ **حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام (تابع تام محمد رسول اللہ ﷺ) کی بعثت صرف اسی لئے ہوئی ہے کہ امت کو ہلاکت سے بچائیں' احسان کی تعلیم دیں اور اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ گواہی دینے والوں کو حقیقی' باضابطہ عینی شاہدین بن جانے کے قابل بنائیں۔ اور عینی شاہدین بننے کی صحیح تعلیم و تربیت کتاب اللہ اور اتباع محمد رسول اللہ کے تحت دین سبحان اللہ اور اسی بات** کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یعنی (اے محمد) کہہ دو یہ میری (یعنی محمدؐ کی اپنی) راہ ہے اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی میرا (محمد) کا تابع ہے۔ سبحان اللہ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

ناظرین کرام اب اس کے بعد کلمہ شہادت کا دوسرا حصہ **واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ** (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندہ اور اللہ کے رسول ہیں) بھی آپ کی توجہ کا طالب ہے۔ کیونکہ آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تعلق سے بھی جو گواہی دے رہے ہیں وہ "اللہ کے بندہ اور اللہ کے رسول ہیں" گواہی عینی شہادت شمار نہیں ہو سکتی!!!

اس مسئلہ پر بھی یہ کم علم و کم نظر حقیر فقیر زیادہ گفتگو کرنے میں مجبوری محسوس کرتا ہے۔ کئی باتوں کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔ ورنہ اس گواہی پر بھی سیر حاصل گفتگو کر دی جاتی۔ یہ گناہ گار فقیر فی الحال معافی کا خواستگار ہے۔

غرض اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا "**انی عبد اللّٰہ تابع محمد رسول اللّٰہ**" یعنی جس طرح آنحضرت ﷺ عینی بے پردہ شاہد ہیں اسی طرح بحیثیت خلیفۃ اللہ' مامور من اللہ و مطابق فرمانِ رسول اللہ ﷺ حضرت مہدی علیہ السلام تابع تام' بعینہ (اتباع محمدؐ میں) اللہ کے بے پردہ عینی شاہد ہیں۔ چنانچہ اقبال نے کہا ہے۔

"ذات را بے پردہ دیدن زندگی است"

اب آپ پچھلے صفحات پر تفسیر کبیر (حضرت امام فخر الدین رازیؒ) کے حوالہ سے بیان کی گئی حدیث کو توجہ سے دوبارہ ملاحظہ فرمایئے یہ تفسیر کبیر حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً پونے تین سو برس پہلے لکھی گئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لا عرف قوماً هم بمنزلتى فقال الاصحاب كيف يكون يا رسول الله انت خاتم النبيين ولا نبى بعدک. فقال ليسوا من الا نبياء ولكن يغبطهم الانبياء بقربهم ومقعدهم من الله وهم المتحابون فى الله

(تفسیر کبیر جلد ثانی از امام فخر الدین رازیؒ)

(یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔ اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں کر ہو سکے گا جبکہ آپ خاتم النبیینؐ ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کی قربت و مقام کی وجہ سے انبیاء ان سے رشک کریں گے۔ اور وہ سب اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے)

خدارا بے لاگ فیصلہ فرمائیے کہ یہ اتباع دید بے پردہ' یعنی عینی شہادت ہونے کی وجہ سے ہی ہے یا نہیں؟ اور ہم بمنزلتی (وہ میری منزل میں ہیں) کے الفاظ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوئے ہیں یا نہیں؟

اگر آپ کو حضرت محمد ﷺ سے قطعی محبت ہے اور رسول اکرم ﷺ پر آپ کو کامل اعتماد و یقین ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ مبارکہ پر بھی آپ کو کامل اعتماد و یقین ہونا لازم ہے۔ فرض ہے!! باعث ایمان ہے!!!! غور فرمائیے کہ کیا حضرت فخر الدین رازی مہدوی تھے یا مہدویوں نے بعد میں خدانخواستہ تفسیر میں اضافہ کرلیا ہے۔ آخر اس بات پر کھلے ذہن سے غور کیوں نہیں کیا جاتا!!!!

غرض اب آپ روزانہ ظاہری اور بے مقصد گواہیوں کو آنحضرت ﷺ کے فرمان مبارک'' الصلوٰۃ معراج المومنین '' (نماز مومنین کی معراج ہے) کے تیقن

کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور فرمائیے کہ آنحضرت ﷺ نے'' الصلوٰۃ معراج المومنین '' کی بشارت کیوں دی۔ آپ جب روزانہ اللہ ایک ہے کی گواہی دے رہے ہیں اور حقیقی گواہی (یعنی عینی شہادت' آنکھوں دیکھی گواہی) دے رہے ہیں تو یہ اتباعاً معنوی بشارت تا معراج ہوئی یا نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کا یقین دلانا آپ کے سامنے آ گیا یا نہیں؟ یہ صرف اللہ کے فضل پر منحصر ہے اور کچھ نہیں!!!

لیکن نہایت دکھ اور رنج کی بات ہے کہ نہ اپنی گواہی کی ہی اصلیت معلوم ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کی بشارت اور یقین دہانی الصلوٰۃ معراج المومنین پر یقین ہے۔ بس ایک ہی رٹ لگائی جاتی ہے کہ جب ایک نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تھا تو ہم کو کیسے ہوسکتا ہے۔ اور یہ پروپگنڈہ اس قدر مہارت سے کیا گیا ہے کہ عام آدمی یا صحیح معنی میں ایک عام مسلمان اسی مغالطہ میں آ گیا۔ اور اسی دنیا میں بھی دیدار ہوسکتا ہے سے انکار کردیا۔ اپنی گواہیوں کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کے یقین دلانے پر سے بھی یقین ہٹالیا۔ بھروسہ نہیں رکھا اور صرف آخرت میں دیدار کی آس میں عمر گذار رہے ہیں۔ آپ کم از کم اتنا تو سوچ سکتے ہیں کہ خاص طور پر ہر نماز سے پہلے جماعت کے وقت اور لازماً نماز کی حالت (قاعدہ میں) یہ گواہی کا اہتمام کیوں ہے کیا اس میں'' الصلوٰۃ معراج المومنین' ' کا کھلا مفہوم پوشیدہ نہیں ہے ؟!!! اس کے باوجود بال برابر احساس ہے اور نہ فکر!!! العجب ثم العجب!!!!

اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ کہ جو لوگ اس دنیا میں بھی دیدار ہوسکتا ہے پر یقین رکھتے ہیں ان کو بھی اپنے راستہ سے ہٹا دینے کی مسلسل کوشش کی جارہی ہے۔ اور طرح طرح کے حربے استعمال کئے جارہے ہیں۔ حالانکہ حضرت مہدی علیہ السلام نے نہ صرف صراط مستقیم پر گامزن کرنے (یعنی صراط مستقیم پر چلنے) کی دعوت و تربیت

دی ہے بلکہ انعمت علیھم (یعنی دیدار کے انعام یافتہ) لوگوں میں شمار کروانے کی بھی ہر طرح کامیاب ہدایت دی اور کوشش فرمائی ہے۔ اور آج بھی اللہ کے فضل سے آنحضرت ﷺ کے یقین دلانے پر ہمارا ایمان ہے۔ اور حضور ﷺ کے تابع تام حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کے طفیل اللہ تعالیٰ کے دیدار کی عینی شہادت دینے کی ہر طرح کوشش کرتے ہیں۔ کامیابی اللہ کے فضل پر ہی منحصر ہے۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آپ دنیا میں دیدار الٰہی پر یقین ہی نہ رکھیں بلکہ اُلٹے انکار بھی کریں تو پھر دیدار کے لئے اللہ کے فضل کا امکان بھی آپ کے لئے باقی نہیں رہ سکتا۔ ہم مہدویوں کو یقین ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اس دنیا میں بھی دیدار ہوسکتا ہے۔ لہذا ہم مہدویوں پر اللہ کے رحم وکرم کی بارش بھی ہوتی ہے اس کا فضل وکرم بھی شامل رہتا ہے۔

ناظرین کرام! اشھد ان لا الہ الا للہ و اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ کی حالت نماز میں بھی جو گواہی جو دی جارہی ہے اس کا موقف بھی معلوم ہوگیا۔ اور آنحضرت ﷺ کی یقین دہانی یعنی ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' کی حقانیت بھی سامنے آ گئی اور مثبت و منفی رجحانات وطریقے بھی سامنے آ گئے۔

اب چند سطروں مین یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے بھی کس قدر غیر واجبی دلائل پیش کر کے عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اور انتہائی بے تکلفی سے کہدیا جاتا ہے کہ جب ایک نبی حضرت موسیٰ کو ہی دیدار نہیں ہوا تو ہم کو کس طرح ہوسکتا ہے۔

ناظرین کرام! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ ''طور'' کے موقف کو سمجھنے سے پہلے اور اس کے تعلق سے قرآنی آیات پر غور کرنے سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ عام طور پر صرف' اسی دنیا میں بھی دیدار خدا سے انکار کو نبھانے کی خاطر' حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیدار سے محروم بتایا جارہا ہے اور اس سے انکار کو جواز کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار سے کلیتاً انکار کیا جارہا ہے۔

برادرانِ محترم! اس اہم گفتگو کو ایک بالکل عام فہم طریقہ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے لہذا سب سے پہلی بات یہ کہ خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمّت میں سانس لے کر' صاحب معراج رسول اکرم ﷺ کی اُمّت میں سانس لے کر اور رسول اکرم ﷺ کا فیض حاصل ہونے کے دعویدار بن کر پچھلی اُمتوں کی مثال بے اصول طریقہ سے پیش کرنا خود ایک فاش غلطی ہے۔ اور بالکل سطحی اور عامیانہ طریقہ ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آنحضرت ﷺ سے اسی سلسلہ اور اسی عنوان کا ایک اعلیٰ عمل معراج مبارک ہمارے لئے موجود ہے۔ اور یہ عمل بھی ہر طرح انتہائی اعلیٰ نوعیت کا بطور مثال وسبق موجود ہے۔

اب یہاں غور طلب اور انتہائی حیرت انگیز بات یہ کہ اپنے آپ کو سُنّی کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال سامنے رکھ کر ہاتھ پر ہاتھ باندھے بیٹھے ہیں اور اس پر لطیفہ یہ بھی کہ عالیت پر عمل کرنے والے سنت والجماعت مہدویوں کو سُنّی بن جانے کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ گویا دیدار خدا کی جستجو سے ہٹانے کی کوشش فرمارہے ہیں۔

برادرانِ عزیز! اس موقع پر یہ پوچھنا انتہائی ضروری ہوگیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ یا کسی بھی نزاع کی صورت میں کیا آپ قرآن حکیم' احادیث مبارکہ اور آئمہ فقہؒ کے مسائل کو اور شریعتِ محمدیؐ کو ایک طرف رکھ کر شریعت موسیٰ کے تحت فتویٰ دیں گے یا شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔؟!!

محمد ﷺ کی اُمّت میں ہونے اور حضورؐ سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرنے والے کیا شریعت محمدی کو نظر انداز کر کے شریعت موسیٰ کی رو سے فیصلہ دیں گے یا فتویٰ دیں گے؟ (جبکہ شریعت موسیٰ موجود ہی نہیں ہے) لازماً جواب دینا پڑے گا کہ نہیں ...... ہرگز نہیں ...... ہرگز نہیں ...... لہذا جب آپ کا جواب قطعی نفی میں ہوگا تو دیدار خداوندی کے اصل اور مرکزی معاملہ میں شریعت محمدیؐ کو چھوڑ کر شریعت موسوی کی مثال کیوں دی جاتی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو دیدار خدا کی طلب سے تک محروم رکھا جاتا ہے۔ اور پھر جی جان سے خدا کی محبت میں اپنے آپ کو غرق کر کے اپنے محبوب کو دیکھنے کی طلب رکھنے والوں کو محمد ﷺ کے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کیوں کی جارہی ہے کیا آپ کا ضمیر اس بات کی آپ کو اجازت دے رہا ہے۔ العجب ثم العجب

ناظرین کرام! آپ کی تشفی کے لئے اور مسئلہ کو اس کی صحیح نوعیت میں سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی ہی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے موقف اور واقعہ طور پر کچھ گفتگو بے حد ضروری ہوگئی ہے۔ آگے کی سطروں میں یہ کم نظر و کم علم حقیر و فقیر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے توجہ اور دلچسپی سے دیکھنا ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کی بحث

لن ترانی ...... فسوف ترانی

(تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا) ...... تو مجھے عنقریب دیکھ لے گا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پچھلی اُمتوں کے لئے نبی تھے اور ''طور'' پر تجلی کو دیکھ کر بیہوش ہوگئے تھے۔ جبکہ ہم حضرت محمد ﷺ کی موجودہ زندہ اُمّت سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم جس نبی ﷺ کی اُمت میں ہیں وہ نبی...... اللہ کے حضور جا کر آئے ہیں (معراج ہوئی ہے) حتیٰ کہ حضرت جبرئیلؑ کا گزر بھی جہاں ممکن نہ تھا' حضور تشریف لے گئے ہیں (آپ کسی بھی کتاب میں معراج کی تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں) لہذا آنحضرت ﷺ (جن کی فراز لامکاں تک رسائی تھی اور جو بے پردہ دید کے شرف سے مالا مال تھے) کی اُمت میں پیدا ہو کر' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موقتی اور مشروط تجلی کے واقعہ سے غلط اور غیر متعلقہ استدلال کرنا اور دیدار کو ناممکن قرار دینا' آنحضرت ﷺ کے اُمّتی کہلانے کے شرف کو از خود ساقط کر دیتا ہے کہ نہیں؟ یا کم از کم مشکوک کر دیتا ہے کہ نہیں؟ خود فیصلہ کر لیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آنحضرت ﷺ

کے متعدد صحابہؓ کو تک دیدار حاصل تھا اور اصالتاً آنحضرت ﷺ نے دعوت بصیرت بھی دی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

قل هٰذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی (سورہ یوسف) (کہدو (اے محمد) یہ میرا راستہ ہے اللہ کی طرف بصیرت (دیدار) پر بلاتا ہوں میں اور وہ جو میرا تابع ہے)

ویسے بھی ایسی کئی روایتیں موجود ہیں جن سے صحابہ کرامؓ کو دیدار ہونا ثابت ہے۔ اور آپ نے صحابہ کرامؓ کو خصوصی تعلیم بھی دی ہے۔ اس کے علاوہ اکابرین اہل سنت میں تو کثیر مثالیں موجود ہیں جنہوں نے دیدار خدا کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے آداب المریدین میں تحریر فرمایا ہے کہ

"واجماع صوفیاں است کہ خدائے تعالیٰ بدیں چشمے کے برونے است ایں حدقہ کہ است وروشنائی کہ دریں حدقہ کہ ہست کہ ہمبریں روشنائی کہ خدائے را خواھند دید۔ من کہ محمد حسینی ام می گویم کہ خدائے را بزرگان باشد کہ ھم در دنیا بچشم دل بینید...... ثابت شد کہ طالب صادق ومشتاق واثق جمال حضرت سبحانہ وتعالیٰ بلا کیف وکیفیت در دنیا بینید (آداب المریدین)

"یعنی اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ ان آنکھوں سے جو کہ چہرہ پر ہیں اور ان ہی حدقوں سے کہ جن میں روشنائی ہے' اس روشنائی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنہوں نے اس دنیا میں خدا کو چشم دل سے دیکھا ہے...... ثابت ہے کہ طالبان صادق اور مشتاق واثق حضرت سبحانہ تعالیٰ کے جمال کو اسی دنیا میں دیکھے ہیں' دیکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح شرح مقاصد از حضرت سعد الدین تفتازانی میں لکھا ہے کہ............

اما الا اجماع فاتفاق الامة قبل حدوث المخالفین علی وقوع الرویة

یعنی مخالفین پیدا ہونے کے پہلے امت محمدیہ نے وقوع رویت پر اتفاق کیا ہے

اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ:

حتی روی حدیث الرویة احد وعشرون رجلاً من کبار الصحابةؓ

(یعنی رویت (دیدار) کی حدیث اکیس جلیل القدر صحابیوں سے مروی ہے)

حضرت امام محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ جب دیدار کا وقوع خواب میں اور آخرت میں جائز ہے تو جس شخص کو اللہ چاہے بیداری اور زندگانی' دنیا میں بھی اس کے لئے دیدار کا وقوع جائز ہے۔" (فتوحات مکیہ باب ۶۴)

ناظرین کرام! یہ تمام حوالہ جات حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کے بزرگان اہل سنت والجماعت واولیاء کے ہیں اور صحابہ کرامؓ (جلیل القدر۔ من کبار الصحابہؓ) سے بھی دیدار کی حدیثیں مروی ہیں۔ بخوف طوالت سنت والجماعت کے معتبر ومستند حوالہ جات مزید درج نہیں کئے جا رہے ہیں......!! بات سمجھنا ہے تو کیا اتنے حوالہ جات کافی نہیں؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ منکرین دیدار عقائد اہل سنت سے خود ناواقف ہیں!!!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں یہ بات خصوصیت سے نوٹ کی جانے کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ شرف تکلم حاصل تھا' آپ کلیم اللہ تھے' اس لئے پردہ سے گزر کر بے پردہ تکلم کی خواہش ہونا بھی ایک فطری اور ضروری امر تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے پردہ تکلم کی خواہش ہوئی اور آپؑ نے اپنی فطری خواہش ظاہر فرما دی۔

اگر دیدار ناممکن ومحال ہوتا) تو ایک پیغمبر ہونے کے ناطے ناممکن ومحال امر کی خواہش بھی نہ کی جاتی کہ یہ بات شان نبوت سے میل نہیں کھاتی۔ اس کے علاوہ اگر دیدار الٰہی ناممکن ومحال ہی ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے لئے دعا سے جس طرح منع فرمادیا گیا حضرت موسیٰ کو بھی منع فرمادیا جاتا بالکل اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح ان کے والد آذر کے لئے دعا سے منع فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی منع کیا جاسکتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ اس پہاڑ کو دیکھو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو ''فسوف ترانی'' تم مجھے دیکھ لو گے۔ لن ترانی کے ساتھ ہی فسوف ترانی کو بھی نظر میں رکھنا لازم ہے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کی خصوصی تعلیم سے بہرہ مند نہیں کیا گیا تھا جو اس مرحلہ سے گزرنے کے لئے لازمی ہے۔

اگر آپ سورہ الکہف کا بغور مطالعہ فرمائیں تو یہ گرہ بھی آسانی سے کھل جاتی ہے۔ سورہ کہف میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منجانب اللہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس روانہ کیا گیا تھا (قرآن میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے پاس گئے تھے' عام طور پر ان کو خضر کہا جاتا ہے (اس لئے اس فقیر نے بھی خضر علیہ السلام لکھا ہے)

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے خود قرآن یوں فرماتا ہے۔

اتینه رحمة من عندنا و علمنه من لدنا علما

(یعنی جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنے پاس سے علم لدنی عطا کیا) الکہف ۶۵

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر یوں فرمایا۔

قال له موسیٰ هل اتبعک علی ا ن تعلمن مما علمت رشدا

(اس سے (حضرت خضرؑ سے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے (وہ باتیں جو تمہیں تعلیم ہوئی ہیں) الکھف ٦٦

حضرت موسیٰ کی اس خواہش پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

قال انک لن تستطیع معی صبرا

(یعنی فرمایا (حضرت خضر علیہ السلام نے) آپ میرے ساتھ صبر سے (تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے) الکھف ٦٧

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ

و کیف تصبر علی مالم تحط به خبرا (الکھف ٦٨)

(یعنی' اور آپ کیوں کر صبر کر سکیں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں)

اور پھر اس کے ساتھ ہی حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرط لگادی کہ

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شئی حتی احدث لک منه ذکرا (الکھف ٦٩)

(یعنی اگر آپ میرا اتباع کرتے ہیں (میرے ساتھ رہتے ہیں) تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں)

یہ جو کچھ بھی گفتگو (سوال و جواب) آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے یہ سب قرآن میں موجود ہے' کوئی من گھڑت قصہ کہانی ہرگز نہیں ہے۔ اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ لیکن آپ آگے کی آیات تلاوت کریں تو حیرت ہوگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شدید ارادے اور پکے وعدے کے باوجود صبر نہیں فرما سکے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے **لن تستطیع معی صبرا** کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام' ایک جلیل القدر صاحب کتاب پیغمبر ہونے کے باوجود ان کی ضرورت اور ان کے زمانہ کے لحاظ سے اور ان کے متعلقہ خطہ کے لئے جتنا بھی علم دیا جانا ضروری تھا منجانب اللہ دے دیا گیا تھا (اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے علم کا اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کا جس تقابلی انداز کا اشارہ دیا ہے' ہر صاحب سمجھ غور فرما سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی جابجا غور و فکر و تدبر کا حکم دیا ہے)

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام کی شرط کی ہی پابندی نہ فرما سکے (اور شرط بھی کوئی بڑی مشکل شرط نہ تھی) تو اللہ تعالیٰ کی اتنی اہم شرط کہ پہاڑ کی طرح مضبوط رہو۔ یہ شرط کس طرح پوری ہو سکتی تھی۔

آپ کے لئے یہاں بہترین غور و فکر کا موقع ہے۔ غور فرمائیے کہ آنحضرت ﷺ' عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح سارے عالمین کا رب (رب العالمین) ہے' آنحضرت ﷺ سارے عالمین کے لئے رحمت (رحمۃ للعالمین) ہیں۔ یہ زمین کی کوئی مخصوص قوم' مخصوص خطہ یا مخصوص زمانہ کی بات نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ اور ازلی حیثیت سے خاتم النبیین وافضل الانبیاء ہیں۔ اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی اُمت میں رہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کی غیر مطابق' غیر متوازی وغیر موزوں مثال دے کر عوام کا تو عارضی طور پر منہ بند کر سکتے ہیں لیکن حقیقت سے کسی قیمت بھی روگردانی نہیں کر سکتے۔ (اور نہ ہی یوم الحساب جواب دے سکیں گے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات کے اس پس منظر میں ''طور'' کے واقعہ پر ایک علیحدہ نوعیت سے نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش دیدار اس طرح بیان فرمائی ہے کہ

قال رب ارنی انظر الیک

''کہا موسیٰ نے اے رب! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں''

اور اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن (پھر بھی) اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ یہ (پہاڑ) اگر اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا (الاعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور شرط یہ ہدایت فرمائی کہ تم کو اس پہاڑ سے زیادہ مضبوط موقف بننا پڑے گا۔ اگر تم اپنے آپ کو اس پہاڑ سے زیادہ مضبوط دل و مضبوط موقف و ثابت قدم رکھ سکو گے تو سمجھ لو تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

لن ترانی کے ساتھ ساتھ فسوف ترانی کو کیوں بھلا دیا جا رہا ہے سمجھ میں نہ آ سکا!!!

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار) یا دیدار کے قابل ہونے کی جو شرط رکھی ہے اس کو سمجھے بغیر، ذہن میں رکھے بغیر، دیدار کی قطعی نفی کرنا توہین دیدار و توہین مراتب رسول اللہ ﷺ کے مترادف ہے، صراصر نافہمیٔ قرآن ہے۔

آپ ابھی پچھلی سطروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کی شرط صبر پر ہی عمل نہیں فرما سکے تھے، تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیدار کے قابل ہونے کی اس اہم شرط کا تکملہ کرنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے کس قدر مشکل ہوا ہوگا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ سے زیادہ مضبوطی سے قائم رہنے کی مثال دے کر عظمت دیدار خدا سمجھانے کے لئے تجلی فرمائی اور عملی صورت کا تجربہ کرا دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اسی سے رویت باری تعالیٰ (دیدار الٰہی) کو سمجھ لیا اور یہ بھی جان لیا کہ جس طرح اور جس موقف میں رویت کا سوال کیا گیا وہ بھی

درست نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک صاحب کتاب پیغمبر کی درخواست کلیتاً رد (بالکل قطعی رد) فرمانے کے بجائے تجلی دکھادی تا کہ حضرت موسیٰ بات کی اصلیت سمجھ لیں۔ لیکن اسی واقعہ سے آنحضرت ﷺ کے موقف اور حالت قلبی سمجھنے کا بھی ایک زرین موقع فراہم ہو جاتا ہے بشرطیکہ غور کریں، سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ حشر میں فرماتا ہے۔

لو انزلنا هٰذا القران علی جبل لرایته خاشعاً متصدعاً من خشية الله

(یعنی اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ پاش پاش (ریزہ ریزہ) ہو جاتا اللہ کے خوف سے)

پھر ساتھ ہی فرماتا ہے۔

وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون

(یعنی اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے تا کہ وہ ان میں فکر (غور) کریں!!)

ناظرین کرام اگر آپ اس نازک مرحلہ پر اوپر والی آیت میں قرآن کے حکم لعلھم یتفکرون (تا کہ اس میں غور و فکر کریں) پر عمل کرتے ہوئے فکر فرمائیں اور سنجیدگی سے سوچیں تو خود آپ کو بھی یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ

قرآن اگر پہاڑ پر اتارا جاتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ لیکن قلب رسول اکرم ﷺ نے اس کلام الٰہی کے نزول کے بوجھ کو کاملاً سہار لیا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس منزل قلب کے قریب

ہوجاتے تو بلاشبہ ہوش وحواس کے ساتھ دیدار خدا کے متحمل
ہوجاتے!! جیسا کہ خود قرآن نے مشروط یقین دہانی فرمائی کہ

ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی

(لیکن ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھیرا رہا (قائم رہا) تو
عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا)

حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے موقف کو سمجھنے کا اس سے
زیادہ اور کیا موقع ہوسکتا ہے لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر اپنا موقف یا اپنا دل پہاڑ
کی طرح مضبوط فرما لیتے تو بلاشبہ پورے ہوش وحواس کی حالت میں دیدار کو سہار لیتے۔
لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا اور اسی تجلی کے اثر سے موسیٰؑ
بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

اگر خدانخواستہ موسیٰ علیہ السلام کو کسی بھی درجہ میں دیدار نہ ہوا ہوتا تو پھر ان کے بے
ہوش ہونے کا موقع ہی کیا تھا۔ جس طرح پہاڑ پاش پاش ہوگیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے ہوش وحواس بھی گم ہوگئے اور بے ہوش ہوگئے۔ گویا تجلی کا اثر ان پر بھی ہوا تھا۔

یہاں ایک اور نازک اور اہم بات پر غور کرنا ضروری ہے کیونکہ پہاڑ تو جل گیا
لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صرف ہوش گم ہوگئے بے ہوش ہوگئے لیکن جسم
مبارک کو کچھ بھی نہ ہوا بالکل صحیح وسالم رہا کیا یہ بات آپ کے لئے غور طلب بلکہ اچنبھہ کی
نہیں ہے؟ یہ مقام نبوت سمجھنے کی جگہ ہے!! سبحان اللہ

غرض ناظرین کرام! توجہ دیجئے اور غور فرمایئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی
کے بعد بے ہوش تو ہوگئے تھے لیکن کچھ دیر بعد بے ہوشی میں افاقہ ہوا اور ہوش میں آگئے
اور فرمایا۔

قال سبحٰنک تبت الیک وانا اول المومنین

(یعنی (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا (اے اللہ) پاکی ہے تیری اور تیری طرف
رجوع لاتا ہوں اور میں سب سے پہلا ہوں مومنین میں) الاعراف۔۱۴۳

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جھلک باری تعالیٰ سے ضرور
مشرف ہوئے۔ اسی بناء پر بے ہوش بھی ہوئے اور ہوش میں آنے کے بعد محسوس
فرمایا کہ اللہ کے دیدار کا کیا موقف ہوتا ہے۔ اسی لئے رجوع بھی
لائے اور اظہار شکر ونعمت کے طور پر خوشی کا نعرہ بلند فرمایا کہ انا اول
المومنین (میں ہی اول ہوں مومنین میں)

اگر موسیٰ علیہ السلام دیدار سے مشرف نہ ہوتے یا جھلک بھی نہ دیکھ سکتے تو انا
اول المومنین کا اعلان کرنے اور بصد افتخار خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انا اول
المومنین کہنے کا موقع ہی کیا تھا؟!!!

برادرانِ عزیز! اس تمام گفتگو سے ہٹ کر حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو دیدار ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا' بحث میں جانے کی ضرورت ہی
نہیں ہے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تھا اس پر
اڑ جانے اور الٹی سیدھی بحث کی ضرورت ہے' کیونکہ ہم امت محمدی
میں ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر
حکم دیا ہے کہ

قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی
وسبحان الله وما انا من المشرکین (سورہ یوسف ۱۰۸)

(اے محمد) کہدو کہ یہ میری (شخصی' ذاتی) راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی جو میرا تابع ہے (میرے نقش قدم پر چلنے والا ہے) اور سبحان اللہ میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

دیکھئے! اچھی طرح دیکھئے!! آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ حکم فرمار ہا ہے کہ۔

(قل (کہو اے محمد) ھذہ سبیلی (یہ میری (یعنی محمد کی) ذاتی راہ ہے) اور میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں...... (سبیلی سے مراد محمد کی اپنی ذاتی راہ ہے

غرض لفظ سبیلی پر توجہ دیئے بغیر بات سمجھ میں نہیں آ سکتی (یہاں سبیل اللہ کے الفاظ نہیں ہیں سبیلی کے لفظ میں ''ی'' کو ذہن سے مت اتاریئے)

جب آنحضرت ﷺ بحکم خدا فرمار ہے ہیں کہ ''یہ میری اپنی (محمدؐ کی) راہ ہے'' (یہ میرا (محمدؐ کا) راستہ ہے) اور میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں' فرمار ہے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی اُمت میں جنم لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے راستہ کی غلط طریقہ سے نشاندہی کر کے بصیرت (اللہ کے دیدار) سے ہی انکار کر دینا' رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں...... اور قرآن کے حکم سے سرتابی وانحراف ہے یا نہیں؟

یہ بات بھی مت بھولئے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو حکم فرمار ہا ہے کہ اے محمدؐ اس دعوت دیدار کی راہ کو تم اپنی راہ سے منسوب کرو (اور کہو) میں اور میرا تابع بھی اللہ کی طرف اس دعوتِ دیدار پر بلاتا ہے۔ لہٰذا محمد کی خصوصی راہ پر بلانے والا تابع محمد ''من'' (یعنی مہدیؑ) بھی خاص اور معصوم عن الخطاء خلیفۃ اللہ ہونا ضروری ہوا۔ ہر کوئی محمد کی خصوصی دیدار کی راہ پر اُسی معیار سے بلانے کا اہل نہیں ہوسکتا لہٰذا انا کی طرح من اتبعنی بھی خاص ہوا سبحان اللہ

غرض مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمار ہے ہیں ''یہ میری راہ ہے (ھذہ سبیلی) اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت کا دعویٰ کرنے والے یہ حضرات' محمد کے راستہ کے بجائے (سبیل موسیٰ) موسیٰ کی راہ اختیار کرنے کی فکر میں ہیں۔

اور مزید ظلم یہ کہ دیدار سے انکار کی دھن میں خود حضرت موسیٰؑ کے دیدار کو بھی محرومی سے بدل رہے ہیں۔ اور نتیجتاً ہر کسی کی زبان پر یہی پروپگنڈہ ملے گا کہ جب حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو دیدار نہیں ہوسکا تو ہم کو کیسے ہوسکتا ہے۔؟ ایسا پروپگنڈہ رسول اکرم ﷺ کی راہ سے کس درجہ لا پرواہی اور کھلی ناواقفیت ہے سمجھ ہے تو سمجھئے!!!

لیکن یہاں موقع کے لحاظ سے یہ بات پوچھنا ضروری ہے کہ اعتراضات کرنے والے اور ان کی تائید کرنے والے اصحاب' جب بصیرت کے قائل ہی نہیں ہیں خواہ کسی بھی درجہ میں ہو تو رسول اکرم ﷺ کے اتباع میں بصیرت کی دعوت کس طرح دے سکتے ہیں؟ اور آنحضرت ﷺ کی اس دعوت کا اتباع کس طرح کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

(قل (کہو اے محمدؐ) ھذا سبیلی (یہ میرا (محمد کا راستہ ہے) ادعو الی اللہ علی بصیرۃ (میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں) انا و من اتبعنی (میں (یعنی محمدؐ) اور وہ جو میرا تابع ہے (سورہ یوسف ۱۰۸) اسی لئے خصوصیت سے آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا۔ ثم یجی خلیفۃ اللہ المھدی فاذا استمعتم بہ فاتوہ

وفبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (ابن ماجہ) (یعنی پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اس خبر کو سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو اگرچہ کہ تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیوں کہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث سے بھی قرآن کریم کی مذکورہ آیت کی تائید ہوگئی۔ کیونکہ دیدار یا بصیرت کے لئے ''انا ومن اتبعنی'' میں جس طرح انا سے بیعت فرض ہے اسی طرح انا (محمد ﷺ) کے تابع تام خلیفۃ اللہ المہدی کی بیعت بھی فرض ہوئی۔ اس سے محمد ﷺ کے راستہ (سبیلی) یعنی بصیرۃ (دیدار) کی عظمت خود بخود ظاہر ہوگئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلاکت سے بچانے کے لئے تشریف لانے والی ہستی ''المہدی'' (المھدی وسطھا) اور انا ومن اتبعنی میں تابع ہستی کا موقف کیا ہے۔ اور ہلاکت سے محفوظ رہنا بھی طالب دیدار بن کر کس طرح ممکن ہوسکتا ہے!!!

لہذا ثابت ہوا کہ ''بصیرت'' کے قائل ہوئے بغیر اسی آیت کے تحت خصوصی طور پر رسول اکرم ﷺ کی ''دعوت بصیرت'' کو قبول کرنے والوں میں بھی شمول نہیں ہوسکتا۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر تمام بحثوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے نکتہ کی بات یہی ہے کہ ہم بفضل تعالیٰ اللہ کے حضور عرش پر جانے والی ہستی کی امت میں ہیں۔ اور اللہ کے حضور عرش پر جانے آنے والی ہستی نے ہی ہم کو ''الصلوۃ معراج المومنین'' کی

بشارت عطا فرمائی ہے جو ہمارے لئے وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا ومن اتبعنی کے اتباع میں ہماری نمازیں دیدار کی حامل ہونے میں مشکل ہی کیا ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ''احسان'' کی تشریح ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تراہ فانہ یراک (اللہ کی عبادت و بندگی تو اس طرح کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا ہے یا نہیں دیکھ رہا ہے تو (تو سمجھ لے) وہ تجھے دیکھ رہا ہے) جیسی نمازیں ادا کرنے میں رکاوٹ ہی کیا ہے۔ البتہ ہم کو اتنا ضرور کرنا ہے کہ اسی دنیا میں اپنی زندگی کو آخرت کی زندگی جیسی بنالینا ہے۔ جیسا کہ اس فقیر نے ابتدائی صفحات پر مختصر انداز میں بیان کیا ہے اگر اسی دنیا میں آخرت کی زندگی کا نمونہ بن جائیں تو صرف آخرت میں دیدار کے قائل ہونے والوں کی بات کا بھی خود بخود حل نکل آتا ہے۔ اور اسی دنیا میں دیدار ضرور ہوسکتا ہے۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اوتو الاجیرا جرہ قبل ان یجف عرقہ

(یعنی محنت کرنے والے کا اجر اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردیں)

لہذ الذتوں سے بھری پری اس دنیا میں آخرت کی زندگی کا نمونہ بن جانے کے بعد ہماری محبت کا انعام (دیدار) اسی دنیا میں ہمارا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ادا فرما سکتا ہے صرف اس کا فضل درکار ہے اور مومن کو اس منزل تک آئے بغیر سکون بھی نہیں مل سکتا جیسا کہ فرمان آنحضرت ﷺ ہے۔

'' لا راحة للمومنين دون لقاء الله تعالىٰ '' (المعیار۲۳)

(یعنی مومنین کو اللہ کے دیدار کے بغیر راحت ہی نہیں مل سکتی۔)

اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا واللہ لم اعبد ربی حتی لم اراہ (اللہ کی قسم نہیں عبادت کی میں نے اپنے رب کی حتیٰ کہ میں نے دیکھ لیا اس کو (اپنے رب کو)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ما رایت شیاالا ورایت الله فیه

(یعنی میں نے نہیں دیکھا کسی چیز کو مگر اس حال میں کہ دیکھا میں نے اللہ کو)

کئی صحابہ کرامؓ سے ایسی روایتیں صاف صاف موجود ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا!!! اگر اسی دنیا میں اللہ کے دیدار سے انکار کرنے والے اصحاب غور کریں تو بات سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ فکر وفہم کے دروازے کھول دے تو یہ الٹے سیدھے استدلال سے، خدا کو دیکھنے کی دھن میں رہنے والے عین اہل سنت والجماعت (مہدویوں) کے خلاف پرچہ بازی کرنا اعتراضات کرنا اور اصل سنت والجماعت کے رسّہ کو چھوڑ کر پھر چار لٹکتی ڈوریوں میں سے کسی ایک کو پکڑ کر سُنّی بن جانے کی دعوت دینا کس طرح درست قرار دیا جاسکتا ہے!!!

وما انا من المشرکین

ناظرین کرام اب اس آیت کے آخری حصہ پر بھی توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو خصوصی طور پر قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني کہنے کا جس طرح حکم ہے اسی طرح وسبحان الله وما انا من المشرکین کہنے کا بھی حکم ہے بلکہ دونوں حکم ساتھ ساتھ ایک ہی آیت میں ہیں۔

لہذا وما انا من المشرکین کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے سورہ کہف کی آیت'' فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه احداً (یعنی پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کے لقاء (دیدار) کی امید رکھے اسے چاہئے کہ (ہر طرح کا) نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے دیدار کی خواہش رکھنے والے کو یعنی طالب دیدار خدا کو (ہر طرح ہر حالت میں) نیک عمل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک نیک کام تو کر دیا پھر کوئی دوسرا کام جو نیکی کے معیار کا نہ ہو کر دیا۔ یعنی نیک کاموں کے ساتھ کوئی غیر نیک کام بھی کر دیا تو یہ لقاء رب (دیدار خدا) کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔ اس کا آسان مطلب یہ ہوا کہ طالب دیدار کا ہر عمل اور ہر ارادہ نیک ہونا اور ساتھ ساتھ نیت نیک ہونا لازم ہوا فرض ہوا۔ یہ لقاء رب کی لازمی شرط ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ہر طرح شرک سے بچا رہے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے'' ولا يشرك بعبادة ربه احداً کا جو حکم عائد ہوا ہے وہ

بظاہر تو بڑا آسان نظر آرہا ہے لیکن یہ بھی پہاڑ جیسے مضبوط دل بننے سے کچھ کم نہیں ہے۔ پہاڑ ظاہری ہے اور یہ نفی شرک باطنی ہے جو زہر قاتل ہے اور دل و دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے حدیث شریف سے مدد لینا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔

حضرت ام المومنین صفیہؓ نے بیان کیا (جو حضور کی بی بی تھیں) کہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں معتکف تھے (اعتکاف میں تھے) اور آپ کے پاس آپ کی بیبیاں تھیں وہ چلیں تو آپؐ نے (بی بی صفیہؓ) سے فرمایا جلدی نہ کر میں ساتھ چلتا ہوں (کیونکہ) ان کی کوٹھری حضرت اسامہ بن زیدؓ کے گھر میں تھی۔ خیر آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ نکلے۔ راستے میں دو مرد ملے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا پھر آگے بڑھ گئے۔ آپؐ نے ان دونوں کو پکارا آؤ آؤ۔ یہ (میری بی بی) صفیہ بنت حیی ہے وہ کہنے لگے سبحان اللہ یا رسول اللہ (یہ آپ کیا فرما رہے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا (بھائی) شیطان خون کی طرح آدمی کے بدن میں دوڑتا ہے میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کچھ (برا خیال) نہ ڈال دے

(بخاری شریف جلد ا صفحہ ۸۱۶)

اگر کسی کی طرف سے آپ کے دل میں برائی بیٹھ گئی ہو اور آپ گمان اور شبہ میں مبتلا ہو گئے ہوں تو یہ چیز آپ کے اخلاص کو ختم کر دیتی اور دل کو میلا کر دیتی ہے۔ اور آپ کی للّٰہیت کو بدگمانی میں مبتلا کر کے شیطان ختم کر دیتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف ہے حضرت ابوسعید بن حضالہ انصاری بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں جب (خدا) اگلوں اور پچھلوں کو یکجا کرے گا تو ایک منادی آکر پکارے گا کہ جس نے اپنے کسی عمل میں خدا کے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک بنالیا تو وہ اپنا ثواب اب اسی غیر سے مانگے کہ خدا ساجھے سے بے نیاز ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں تو جس نے اپنے کسی کام میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا تو میں اس سے الگ ہوں۔ اور وہ اسی کا ہے۔ جس نے اس کو شریک بنالیا۔ (یہ ایک طرح وما انا من المشرکین کی وضاحت ہوئی) (ابوداؤد، ترمذی، مسند ابن حنبل)

اس سے آپ کو شرک کی کئی قسموں کا اندازہ ہو سکتا ہے اس کو آپ ذہن میں رکھیں تو "وما انا من المشرکین" (اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں) مفہوم سمجھنے میں بہت سہولت ہوگی۔ غرض کوئی بھی نیک کام خدا کے سوا دوسروں کی خاطر کریں تو یہ شرک میں شامل ہے۔ اب آپ خود اپنا حساب آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ آپ کا نیک کام کس کی خاطر اور کس غرض سے ہے ایک اور اہم حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھپا ہوا شرک یہ ہے کہ انسان کوئی کام دوسرے کی بھلائی کے سبب کرے۔

یعنی کوئی کام دوسرے کی نظر میں لانے کی خاطر کرے، تنہا ہو تو نہ کرے یا اس معیار سے نہ کرے جو سب کی موجودگی میں کرتا ہے تو اتنی بات بھی شرک خفی میں شمار کی گئی ہے۔ کیا آپ اس شرک کی سنگینی کا اندازہ کر سکتے ہیں یہ ظاہری شرک سے بدرجہا خطرناک شرک ہے جو غیر محسوس طریقہ سے تباہ کرتا ہے۔

ایک اور بہت واضح حدیث ملاحظہ فرمائیے

حضرت شداد بن اوسی روایت کرتے ہیں کہ

آپؐ نے فرمایا کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے

دکھاوے کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔

ناظرین کرام اگر حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو اندازہ ہو سکے گا کہ شرک سے نجات کتنا کٹھن اور کتنا مشکل کام ہے۔ اور ایسے شرکِ خفی سے بچنا کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ فرمائیے!!

اسی طرح ایک اور حدیث مبارک ہے جس سے شرک کی اور زیادہ بہتر وضاحت سامنے آتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں فرما رہے تھے کہ

"مجھے اپنی امت کے لوگوں پر سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ شرک ہے۔ ہاں میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ چاند یا سورج کو سجدہ کریں گے یا بتوں کو پوجیں گے بلکہ یہ ہے کہ وہ غیر خدا کے لئے عمل نہ کرنے لگیں اور چھپی نفسانی خواہش میں مبتلا نہ ہوں!!

ناظرین کرام! اللہ غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں کہ ہمارا موجودہ موقف کیا ہے؟ کیا ہم لوگ جو بھی کرتے ہیں اللہ واسطے ہی کرتے ہیں۔ یا موجودہ حالات میں جو بھی کر رہے ہیں صرف ذاتی فکر اور اپنے ذاتی فیصلہ کے مطابق کر رہے ہیں یا ایک دوسرے کی خوشامد، مروت ولحاظ وخاطر شامل ہے۔ یا اس میں دوسروں کی دوستی اور ظاہری موقع پرستی کی لپیٹ شامل ہے۔ غور فرمائیے کہ موجودہ موقف صرف خدا کے لئے ہے یا اس کے پیچھے اور کچھ جذبہ کارفرما ہے!!!!

اس طرح آپ کے اس عمل میں شرک شامل ہے یا نہیں غور کیجئے۔ یہ فقیر اس گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے مزید صرف ایک یا دو احادیث بیان کر دینا کافی سمجھتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ شرک سے مکمل بچے بغیر لقاء رب یا دیدار ممکن ہی نہیں!!!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ کو سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرک اصغر ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا خدا ریاکار لوگوں سے کہے گا کہ تمہارے لئے یہاں کچھ نہیں تم ان ہی کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کو دنیا میں یہ کام کرتے تھے!!!

اسی طرح ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر ہم دجال کے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ "دجال سے بڑھ کر جو چیز خوفناک میرے نزدیک ہے کیا میں اس پر تم کو آگاہ نہ کروں؟ ہم سب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا وہ شرک خفی ہے یعنی یہ کہ مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو وہ نماز کو محض اس لئے درست کر کے پڑھے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے۔

گویا اس کا مطلب ہوا کہ متمول شخص یا با اثر شخص یا وزیر وغیرہ جماعت میں ہوں اور نماز کو درست کر کے خشوع وخضوع ظاہر کرتے ہوئے ارکان نماز درست کر کے ادا کر رہے ہوں تو یہ بھی شرک خفی ہے۔ کیونکہ جب آپ خدا کے حضور ہیں تو ان لوگوں کا خیال اور خوف کیوں کر شامل ہو سکتا ہے یا ایسے اصحاب مسجد میں موجود ہوں اور آپ ان کو دکھانے کے لئے نماز درست پڑھ رہے ہوں تو یہ بھی شرک ہے۔

ناظرین کرام ان احادیث کو دیکھنے کے بعد کچھ کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ شرک کی اقسام میں شرکِ خفی کیا چیز ہے۔

اب یہ بھی سمجھنے میں مدد مل گئی کہ ہم پیسے والوں کو خوش کرنے ان کی توجہ اپنی طرف کرنے یا جاہ وثروت والوں کی ہاں میں ہاں ملانے یا بڑے بڑے عہدہ داروں کی خوشامد کے لئے اگر کوئی دینی کام کرتے ہیں تو وہ یقیناً شرک خفی میں شمار ہوگا اور اس کا کچھ اجر یا فائدہ دنیا میں شاید مل جائے۔ لیکن قیامت میں کچھ نہیں مل سکتا اور الٹے

عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

اس طرح آپ کی سمجھ میں آ گیا کہ دیدار الٰہی کے لئے شرک کی نفی لازمی ہے۔ خواہ جلی ہو کہ خفی (یعنی چھپا ہوا) ظاہر شرک سے تو کوئی بھی بچ سکتا ہے لیکن شرک خفی کتنا خطرناک ہے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا)

اور یہی چیز سورہ الکھف میں بیان ہوئی ہے کہ

"جو کوئی اللہ سے ملاقات اور دیدار کی امید رکھتا ہو (طلب رکھتا ہو) تو اس کو ہر طرح نیک عمل کرنا فرض ہے۔ اور اللہ کی عبادت میں کسی کو مطلقاً مطلقاً شریک نہ کرے خواہ حالاً ہو کہ خیالی طور پر گویا یہ ایک لازمی شرط ہوگئی۔ نیک عمل نیک نیتی سے کرے' دوسروں کو خوش کرنے یا دوسرے کو دکھانے کی خاطر نہ کرے بلکہ خالص اللہ کی محبت میں بےلوث بے معاوضہ کرے اور ہر قسم کے شرک سے دور رہے!!! حالاً قالاً اور فعلاً نیکی نیک نیتی سے کرے اور صرف اللہ کی خاطر کرے یہ لازم ہے۔ اسی طرح پھر آپ سورہ یوسف کی آیت قل ھذہ سبیلی ...... پڑھیئے اور **سبحان اللہ وما انا من المشرکین** یعنی سبحان اللہ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں' اور الکھف کی آیت **ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً** اور **وما انا من المشرکین** کو ملا کر غور کریں تو گرہ کھل جائے گی انشاء اللہ۔

اسی طرح آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ آنخضرت ﷺ کی زبان سے "اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں" کیوں کہلوایا گیا' کیوں اعلان کروایا گیا؟ آنخضرت ﷺ اپنے خصوصی راستہ دیدار الٰہی (بصیرۃ) کی دعوت دے رہے ہیں تو نفی شرک کے بغیر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یہاں ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ آنخضرت کو یہ حکم خصوصیت سے کیوں دیا گیا کہ آپ کہد یجئے کہ "میں مشرکین میں سے نہیں ہوں"

کیا آنخضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کے لئے ایسا اعلان ضروری تھا۔ آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ شرک کو مٹیں' دنیا کو شرک سے پاک کریں دعوتِ بصیرۃ دیں اور حق کو قائم کریں۔ ایسی صورت میں "میں مشرکین میں سے نہیں ہوں" کا اعلان کیوں کروایا گیا۔ اس کے بجائے صرف میں مشرک نہیں ہوں بھی کہا جا سکتا تھا لیکن "میں مشرکین میں سے نہیں ہوں" بحکم خدا ارشاد ہوا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین میں خواہ کسی بھی درجہ کے مشرک ہوں یا کسی قسم کے بھی مشرک ہوں' حضور اکرم ﷺ ان کے ہر طرح کے اور ہر قسم کے شرک سے بری ہیں۔ اور کسی بھی حیثیت سے انکا ساتھ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی بھی درجہ میں ان مشرکین سے بال برابر ہمدردی ہے۔ اسی لئے "میں مشرکین میں سے نہیں ہوں" اعلان کروایا گیا ہے۔ لہذا کسی بھی درجہ کے شرک کا قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی کوئی مثال دینے کی بھی قطعاً گنجائش نہیں اور نہ دی جا سکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ الحمد للہ۔

یہاں ایک اور بات اچھی طرح ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے درجہ کی دعوت بصیرۃ کے لئے اسی طرح کا موقف شایانِ شان ہوتا ہے کیونکہ ہر طرح شرک سے بری ہوئے بغیر "بصیرۃ مطلقہ" حاصل نہیں ہو سکتی!!

اب یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب خاتم الانبیاء ﷺ ہر طرح شرک سے پاک ہیں تو ان کے تابع تام (**انا ومن اتبعنی**) جو **علی بینہ من ربہ** ہیں۔ خلیفۃ اللہ ہیں مبعوث من اللہ (مہدی علیہ السلام) ہیں کا بھی اسی طرح اُسی معیار پر شرک سے پاک ہونا ضروری ہے لازمی ہے۔

اگر خدانخواستہ نفیٔ شرک میں کسی کسی درجہ کے بھی شرک کی بو باس باقی ہو تو دعوت بصیرۃ کے اہل ہی نہیں ہو سکتے اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ کے تابع تام کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی ازروئے

قرآن ''علی بینة من ربه'' ہوسکتے ہیں اور نہ ہی ''یقفوا اثری ولا یخطی '' (میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہ کرے گا) کا فرمان رسالتؐ لاگو ہوسکتا ہے۔ لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ جس طرح ہر قسم کے شرک سے پاک ہیں بالکل اسی طرح آنحضرت ﷺ کے کامل اور بے خطا تابع تام حضرت مہدی علیہ السلام بھی ہر طرح ہر قسم کے شرک سے پاک ہیں۔ ورنہ دعویٔ مہدی موعودؑ درست نہیں ہوسکتا۔

اسی لئے حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے ''انا ومن اتبعنی'' کی وضاحت میں (محمدؐ) اور وہ میرا تابع (مہدی موعودؑ) ہے'' سے فرمائی ہے۔ سبحان اللہ

لہذا جب آپ ﷺ کے تابع تام حضرت مہدی علیہ السلام بھی اتباع محمد ﷺ (انا ومن اتبعنی) میں دعوت بصیرة (دیدار الٰہی) دے رہے ہیں تو ان کا بھی نفیٔ شرک میں یہ موقف ہونا لازم ہوا۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے بوقت وصال یہی آیت ''قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى وسبحان الله وما انا من المشركين '' تلاوت فرمائی اور واضح فرمایا کہ ''ہم دونوں'' (آنحضرت ﷺ اور ان کے بے خطا تابع) مشرکین میں سے نہیں ہیں۔

اس طرح ''وما انا من المشركين'' کے اعلان میں حضور اکرم ﷺ اور ان کے بے خطا تابع تام حضرت مہدی علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ سبحان اللہ مکرر سبحان اللہ

غرض اس مختصر سی وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی اپنی راہ (سبیلی) جو اللہ کی طرف دعوتِ بصیرة دیتی ہے اس کے لئے ہر طرح کے شرک سے

بچنا لازم ہے۔ اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے تابع تام کے لئے بھی دعوت بصیرة کے لئے قطعی نفی شرک لازم ہے ورنہ حضورؐ کے نقش قدم پر بے خطا چلنے کی بشارت پوری نہ ہوسکے گی۔ اور دعوت بصیرة میں اتباع کامل بھی نہ ہوسکے گا۔

یہاں قطع کلام کی معافی چاہتے ہوئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگر آپ مزید کسی مہدی کی آمد کے منتظر ہیں تو ان کا بھی اللہ کی کتاب (قرآن) کے اور بلا خطا اتباع رسول ﷺ یعنی قرآن اور حدیث کے مطابق حالاً قالاً اور فعلاً یہی موقف ہونا ضروری ہے لازم ہے اور فرض ہے ورنہ دعوی مہدیت صحیح نہیں ہوسکتا۔ اور نہ قرآن کریم اور حدیث کے مطابق ہوسکتا ہے اس کی تحقیق وتشفی آپ کا فرض ہوجاتا ہے۔

قارئین کرام! اس گفتگو سے ظاہر ہوگیا کہ دعوت بصیرة کی عملی صورت ''احسان'' کا موقف کیا ہے۔ لہذا البصیرة کے قائل ہوئے بغیر اسلام کے درجۂ احسان تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تراه فانك يراك

(یعنی اللہ کی بندگی تو اس طرح کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے (اگر تو ایسا نہ کرسکتا ہو تو (کم از کم) یہ سمجھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

اور اسی سے '' الصلوٰة معراج المومنين '' کی بشارت واصلیت سمجھ میں آجاتی ہے اللہ فضل فرمائے آمین

ناظرین کرام! اب تک کی مختصر تشریح آیات اور احادیث شریفہ اور اقوال

اکابرین سنت والجماعت سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول کریم ﷺ کی احادیث ہی کی بنیاد پر اور ان ہی کی روشنی میں ہم نے خلیفۃ اللہ حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق کی، ایمان لائے اور اسلام کے انتہائی درجہ ''احسان'' کی تعلیم حاصل کی۔ اور ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان اور شکر ہے۔ ہاں یہ بات بھی ذہن میں ہر وقت تازہ رہنا ضروری ہے کہ ہم نے جو کچھ بھی کیا خلوص دل سے کیا اور حضور ﷺ کے آخری سے آخری حکم (تصدیق مہدیؑ اور بیعت) کی بھی بسر و چشم و بصدق دل تعمیل کی۔ اس طرح بفضل خدا آخری سے آخری حکم کو بھی بجالالیا ہے۔

لہذا اس حساب سے بھی اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک میں ہمارا موقف مستحکم و مضبوط ہے۔ ہم سے قرآن و سنت کا دامن کسی بھی طرح نہیں چھوٹا یہ اللہ کا کرم ہے۔ ہم جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اللّٰھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ (یعنی اے اللہ ہم کو حق بات حق کی صورت میں دکھا اور ہم کو اتباع کی توفیق عطا فرما اور اے اللہ ہم کو باطل، باطل کی صورت میں دکھا اور ہم کو باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ **و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین**

خاک پائے فاضل العصر حضرت پیر و مرشد
مولانا سید عبدالحئی حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حقیر فقیر سید فضل اللہ حافظ